شیخ ابنِ تیمیہ کے عقائد و افکار

ایک تنقیدی جائزہ

تبعید الشیاطین بامداد جنود الحق المبین

تصنیف

حافظِ بخاری مولانا شاہ عبد الصمد چشتی سہسوانی

ترجمہ، تخریج، ترتیب

مولانا دلشاد احمد قادری

شیخ ابن تیمیہ کے عقائد وافکار
ایک تنقیدی جائزہ

تبعید الشیاطین بامداد جنود الحق المبین

تصنیف

حافظ بخاری مولانا سید شاہ عبدالصمد چشتی سہسوانی

ترجمہ، تخریج ،ترتیب

مولانا دلشاد احمد قادری

www.Qadri.i

سلسلۂ مطبوعات (۸۰)

کتاب: شیخ ابن تیمیہ کے عقائد وافکار
مصنف: حافظ بخاری مولانا شاہ عبدالصمد سہسوانی
ترتیب وتخریج: مولانا دلشاد احمد قادری
طبع اول: ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء
طبع جدید: شوال ۱۴۳۳ھ/ستمبر ۲۰۱۲ء

Publisher
TAJUL FUHOOL ACADEMY
(A Unit of Qadri Majeedi Trust)
Madrsa Alia Qadria, Maulvi Mohalla, Budaun-243601 (U.P.) India
Mob.: +91-9897503199, +91-9358563720
E-Mail: qadrimajeeditrust@gmail.com, Website: www.qadri.in.com

Distributor
Maktaba Jam-e-Noor
422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6
Phone : 011-23281418
Mob. : 0091-9313783691

Distributor
New Khwaja Book Depot.
Matia Mahal,
Jama Masjid, Delhi-6
Mob. : 0091-9313086318

انتساب

مصنف کتاب کے علمی اور روحانی وارث وجانشین

افتخار اہل سنت، فرد الوقت

حضرت سید شاہ محمد اکبر چشتی مودودی

(ولادت: ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء۔ وصال: ۱۴۲۹ء/ ۲۰۰۸ء)

قدس اللہ سرہ ورحمۃ اللہ علیہ

کے نام

عرض ناشر

تاج الفحول اکیڈمی خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف کا ایک ذیلی ادارہ ہے، جو تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف) کی سرپرستی اور صاحبزادہ گرامی مولانا اسید الحق قادری بدایونی (ولی عہد خانقاہ قادریہ، بدایوں) کی نگرانی اور قیادت میں عزم محکم اور عمل پیہم کے ساتھ تحقیق، تصنیف، ترجمہ اور نشر و اشاعت کے میدان میں سرگرم سفر ہے، اکیڈمی کے زیر اہتمام اب تک عربی، اردو، ہندی، انگلش، گجراتی اور مراٹھی زبانوں میں تقریباً ۷۵؍کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور نشر و اشاعت کا یہ سلسلہ جاری ہے۔

تاج الفحول اکیڈمی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس نے ہر حلقے اور ہر طبقے کی دلچسپی اور ضرورتوں کے پیش نظر اشاعتی خدمات انجام دی ہیں، خالص علمی اور تحقیقی کتب، ادبی اور شعری نگارشات، عام لوگوں کی تربیت و اصلاح کے لیے آسان زبان میں رسائل، اکابر بدایوں کی سیرت وسوانح، باطل افکار و نظریات کے رد و ابطال اور مسلک حق کے اثبات میں قدیم و جدید رسائل اور غیر مسلم برادران وطن کے لیے اسلام کے تعارف پر مشتمل سلجھا ہوا دعوتی اور تبلیغی لٹریچر غرض کہ اکیڈمی ان تمام میدانوں میں بیک وقت تحقیقی، تصنیفی اور اشاعتی خدمات انجام دے رہی ہے۔

ابتدا ہی سے تاج الفحول اکیڈمی کے منصوبے میں یہ بات بھی شامل تھی کہ خانوادۂ قادریہ بدایوں شریف اور خانوادۂ قادریہ سے وابستہ علما، مشائخ اور ادبا و شعرا کے علاوہ دیگر اکابر اہل سنت کی قدیم و نایاب تصانیف کو جدید انداز میں منظر عام پر لایا جائے، اور ان عظیم شخصیات کے علوم و معارف اور ان کی حیات و خدمات سے موجودہ نسل کو روشناس کروایا جائے، بفضلہ تعالیٰ اکیڈمی نے اس سمت میں بھی کامیاب کوششیں کی ہیں، زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

رب قدیر و مقتدر سے دعا ہے کہ اکیڈمی کی خدمات قبول فرمائے، ہمیں زیادہ سے زیادہ دینی خدمات کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے اشاعتی منصوبوں کی تکمیل میں آسانیاں پیدا فرمائے۔ آمین

محمد عبدالقیوم قادری
جنرل سیکریٹری تاج الفحول اکیڈمی
خادم خانقاہ قادریہ بدایوں

فہرست مشمولات

تبعید الشیاطین

☆☆☆

ابتدائیہ

حافظ بخاری حضرت مولانا سید شاہ عبدالصمد چشتی سہسوانی قدس سرہ (ولادت:۱۲۶۹ھ/ مئی ۱۸۵۳ء- وفات:۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء) کی ذات گرامی علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں ہے، چودہویں صدی ہجری کے ربع اول میں جو چند حضرات جماعت اہل سنت کے مرکزی قائدین کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے تھے ان میں ایک نمایاں نام حافظ بخاری کا بھی ہے۔آپ کی علمی جامعیت، قائدانہ صلاحیت، خلوص وللٰہیت اور علما وصوفیا کے آپ پر اعتماد ہی کا نتیجہ ہے کہ ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۶ء میں آپ کو بہ اتفاق رائے ''صدر مجلس علمائے اہل سنت'' منتخب کیا گیا۔

حضرت تاج الفحول سے نسبت تلمذ کی وجہ سے آپ بدایونی وخیرآبادی سلسلہ علم وفضل کے درخشندہ ستارے، خانقاہ حافظیہ خیرآباد سے نسبت بیعت وارادت کی برکت سے سلسلہ چشتیہ نظامیہ فخریہ سلیمانیہ کے صاحب حال صوفی اور شیخ طریقت، صاحب وعظ وارشاد، مناظر، متکلم، مصنف اور مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف کے قابل فخر اور مایہ ناز فرزند تھے۔

آپ نے تصانیف کا ایک قابل قدر ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑا، جس سے آپ کی علمی گہرائی وگیرائی، وسعت مطالعہ، متکلمانہ بصیرت، تحقیقی عظمت اور علمی جامعیت کا بہ خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ تصانیف حافظ بخاری یوں تو اپنے موضوعات اور مواد وغیرہ کی وجہ سے قابل قدر ہیں ہی لیکن ہم خادمان مدرسہ قادریہ کو حافظ بخاری کی یہ ادا بہت بھاتی ہے کہ وہ اپنی تصانیف کا آغاز اس جملے سے فرماتے ہیں'' بعد حمد وصلوٰۃ کے احقر طلبہ مدرسہ قادریہ سید عبدالصمد سہسوانی عرض کرتا ہے'' دوایک کو چھوڑ کر حافظ بخاری کی اکثر تصانیف کا آغاز اسی جملے سے ہوتا ہے۔

حافظ بخاری کا مدرسہ قادریہ بدایوں شریف سے جو گہرا رشتہ تھا اس کے پیش نظر مدرسہ قادریہ کا حق بھی تھا اور فرض بھی کہ وہ حافظ بخاری کی تصانیف کو اپنے اشاعتی منصوبے میں شامل کرے، زیر نظر کتاب کی اشاعت جدید اسی فرض کی ادائیگی کا ایک حصہ ہے۔ ہمارے منصوبے میں حافظ بخاری کی کتاب '' حق الیقین فی مبحث مولد اعلی النبیین'' کا ترجمہ وتخریج بھی شامل ہے،

رب قدیر ومقتدر اس منصوبے کی تکمیل میں آسانیاں پیدا فرمائے۔

زیر نظر کتاب ''تبعید الشیاطین''، حجم میں چھوٹی لیکن اپنی معنویت اور مقصد کے اعتبار سے اہم اور وقیع ہے، یہ کتاب آج سے کم وبیش ڈیڑھ سو برس پہلے تالیف کی گئی تھی لیکن اپنے مندرجات کے اعتبار سے اس کی آج بھی اتنی ہی اہمیت وضرورت ہے جتنی اس کے زمانۂ تالیف میں تھی۔ یہ کتاب کن حالات میں اور کیوں لکھی گئی اس کو سمجھنے کے لیے قدرے تفصیل درکار ہے۔

کتاب کی وجہ تالیف:

علامہ ابن قیم الجوزیہ (ولادت: ۶۹۱ھ- وفات: ۷۵۱ھ) شیخ ابن تیمیہ الحرانی کے تلمیذ رشید ہیں، ابن قیم نے اپنے استاذ شیخ ابن تیمیہ کے افکار وعقائد کو اپنی تصانیف کے ذریعے از سر نو زندہ کیا، ابن قیم صاحب تصانیف کثیرہ ہیں، لیکن اپنی تصانیف میں انہیں جہاں موقع ملتا ہے اپنے استاذ شیخ ابن تیمیہ کے نظریات کو بڑی مہارت اور سلیقے سے ٹانک دیتے ہیں۔

بالخصوص مسئلہ عدم تقلید، مسئلہ متشابہات اور صفات باری، طلاق ثلاثہ ،تعریف شرک وبدعت، توسل واستعانت اور مسئلہ شدرحال وغیرہ میں انہوں نے اپنے استاذ کی خلافِ جمہور رائے کو نہ صرف یہ کہ عام کیا بلکہ ان مسائل کو مزید دلائل سے مزین کرنے کی کوشش کی ہے۔

مذکورہ مسائل میں سے اکثر میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی بھی شیخ ابن تیمیہ کے متبع ومقلد نظر آتے ہیں اور ان سے متاثر ہو کر شاہ اسماعیل دہلوی اور ان کے اعوان وانصار نے بھی (غیر مقلدیت کے دعوے کے باوجود) شیخ ابن تیمیہ ہی کی تقلید کی ہے۔

علامہ ابن قیم کی تصانیف میں ''اغاثة اللهفان من مصائد الشيطان'' ایک خاص مقام رکھتی ہے، اس کتاب کا موضوع اگرچہ نفسانی امراض اور ان کا روحانی علاج ہے، مگر اپنے منہج کے مطابق اس کتاب میں بھی علامہ ابن قیم نے مختلف فیہ مسائل میں اپنے استاذ شیخ ابن تیمیہ ہی کا مسلک وموقف پیش کیا ہے۔

تیرہویں صدی ہجری کے نصفِ آخر میں ہندوستان میں شاہ اسماعیل دہلوی کے افکار ونظریات کا تنقیدی جائزہ لیا جا رہا تھا اور یہ بات تاریخی دلائل سے ثابت کر دی گئی تھی کہ ان مختلف فیہ مسائل میں امت اسلامیہ کے اکابر علما، فقہا، محدثین اور اولیائے کاملین کا مسلک وموقف شاہ

اسماعیل دہلوی کے خلاف ہے، اس موقع پر بعض حضرات کو خیال پیدا ہوا کہ جو عقائد ونظریات شاہ اسماعیل دہلوی کے ہیں وہی ماضی میں شیخ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم وغیرہ کے بھی رہے ہیں، لہٰذا اگر ان حضرات کی کتابیں منظر عام پر لائی جائیں تو عوام کو یہ باور کرایا جا سکتا ہے کہ یہ عقائد و نظریات کوئی آج کی پیداوار نہیں ہیں بلکہ یہ تو ساتویں آٹھویں صدی سے چلے آ رہے ہیں اور شاہ اسماعیل دہلوی اپنے ان نظریات میں تنہا نہیں بلکہ ایسے ایسے محدث ومحقق بھی ان مسائل میں ان کے ہم نوا ہیں۔ اسی خیال کے پیش نظر منشی محمد جمال الدین بھوپالی نے علامہ ابن قیم کی کتاب ''اغـاثة اللهفـان'' کے اردو ترجمے اور اشاعت جدید کی ضرورت محسوس کی، مولانا محمد احسن نانوتوی قدیم کتابوں کے ترجمے اور اشاعت جدید کا کام کر رہے تھے، بھوپالی صاحب نے انہیں سے یہ فرمائش کی، مولانا نانوتوی نے محض ۷؍ ماہ میں نہایت عجلت سے کتاب کا ترجمہ مکمل کیا اور اپنے مطبع صدیقی بریلی سے ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۶ء میں ''تہذیب الایمان'' کے نام سے شایع کیا۔ ڈاکٹر ایوب قادری لکھتے ہیں:

> حافظ ابن قیم کی مشہور کتاب اغاثة اللهفان کا اردو ترجمہ وخلاصہ حسب فرمائش منشی جمال الدین مدار المہام ریاست بھوپال ''تہذیب الایمان'' کے نام سے کیا، کتاب کا مضمون رد بدعات ہے، ۶۴۸؍ صفحات پر مشتمل ہے، مولانا کو صرف ایک ہی نسخہ مل سکا لہٰذا تصحیح میں دوسری متعلقہ کتابوں سے مدد لی گئی، کتاب کے ترجمے اور طباعت کا کام صرف سات ماہ میں ختم ہوا، پیرایۂ بیان صاف اور سلیس ہے، ترجمہ نظم کا نظم میں کیا ہے، یہ کتاب رجب ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۶ء میں مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئی۔(۱)

حافظ بخاری نے تہذیب الایمان کی اشاعت کے ۴؍ سال بعد ۱۲۸۷ھ/ ۱۸۷۰ء میں زیر نظر رسالہ ''تَبْعِيدُ الشَّيَاطِين بِإِمْدَادِ جُنُودِ الْحَقِّ الْمُبِين'' تصنیف کیا، جو اسی سال انسٹی ٹیوٹ پریس علی گڑھ میں اشاعت پذیر ہوا۔ اس رسالے کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ شیخ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم نے جمہور کی مخالفت میں جو مسلک اختیار کیا تھا امت کے معتبر اور قابل اعتماد علما

۱۔ مولانا محمد احسن نانوتوی: ڈاکٹر ایوب قادری، ص ۱۳۶/ ۱۳۷، روہیل کھنڈ لٹریری، سوسائٹی کراچی، ۱۹۶۶ء

محققین اس کا ردو ابطال کر چکے ہیں اور ان حضرات کو اہل سنت سے خارج قرار دے چکے ہیں۔اس سلسلے میں حافظ بخاری نے امام سبکی (وفات :۷۵۶ھ) امام یافعی (وفات :۷۶۸ھ) محقق جلال الدین دوانی (وفات :۹۰۷ھ/۱۵۰۱ء) علامہ ابن حجر مکی (وفات :۹۷۳ھ) علامہ خفاجی (وفات:۱۰۶۹ھ) بحرالعلوم ملامحمد علی فرنگی محلی (وفات :۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) اور متاخرین میں مفتی صدرالدین آزردہ (وفات:۱۲۸۵ھ) وغیرہ کے حوالے پیش کیے ہیں۔

منشی محمد جمال الدین بھوپالی:

جیسا کے ہم نے عرض کیا کہ تہذیب الایمان کی اشاعت منشی محمد جمال الدین صاحب بہادر مدارالمہام ریاست بھوپال کی فرمائش پر کی گئی تھی،منشی جمال الدین صاحب نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کے خسر تھے۔شیخ ابن تیمیہ کے مسلک عدم تقلید اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے افکار وخیالات سے متأثر تھے ،اسی وجہ سے علامہ ابن قیم کی اس کتاب کو بہ فرمائش شایع کروایا۔ڈاکٹر ایوب قادری منشی جمال الدین کا تعارف کرواتے ہوئے لکھتے ہیں:

> منشی جمال الدین ابن شیخ وحیدالدین قصبہ کوتانہ متصل شاہجہاں آباد وطن تھا، بزرگوں کا وطن بوریہ سہارنپور تھا،۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء میں پیدا ہوئے،مولانا مملوک العلی،شاہ رفیع الدین،شاہ محمد اسحاق وشاہ محمد یعقوب سے تعلیم کی تکمیل کی۔ ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۶ء میں بھوپال میں ملازمت اختیار کی،حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی سے خاص ارادت تھی،شاہ صاحب کی تصنیفات شایع وطبع کرائیں،منشی صاحب نے ایک کتاب فرہنگ قرآن بنام ''کوکب دری''،لکھی۔منشی صاحب کی صاحبزادی ذکیہ بیگم نواب صدیق حسن خاں کی پہلی بیوی تھیں،جن سے نواب علی حسن خاں اور نواب نورالحسن تھے۔محرم ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۱ء میں انتقال ہوا۔''رنج وغم'' مادۂ تاریخ ہے۔(۲)

مولانا محمد احسن نانوتوی:

اغاثۃ اللہفان کے مترجم مولانا محمد احسن نانوتوی بن حافظ لطف علی بن حافظ محمد حسن نانوتوی

۲۔ مولانا محمد احسن نانوتوی: ڈاکٹر ایوب قادری،ص۶۹/۷۰،روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی،کراچی،۱۹۶۶ء

کی ولادت ۱۲۴۱ھ/ ۱۸۲۵ء میں ہوئی اور ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۵ء میں وفات پائی۔

دہلی کالج میں مولانا مملوک علی نانوتوی سے تعلیم حاصل کی، اس کے علاوہ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، شاہ عبدالغنی مجددی اور مولانا سبحان بخش شکارپوری وغیرہ سے بھی تحصیل علم کی۔

تحصیل علم سے فراغت کے بعد ۱۲۶۳ھ/ ۱۸۴۷ء میں انگریزی حکومت کے قائم کردہ بنارس کالج میں ملازمت اختیار کی، یہاں بحیثیت مدرس اول فارسی ان کا تقرر ہوا۔

کم وبیش پانچ سال بنارس میں قیام کے بعد مولانا احسن نانوتوی جمادی الاول ۱۲۶۷ھ/ مارچ ۱۸۵۱ء میں بریلی کالج سے منسلک ہوگئے، بریلی کالج میں پہلے شعبۂ فارسی کے صدر مقرر ہوئے، جب شعبہ عربی قائم ہوا تو عربی فارسی دونوں کے صدر بنادیے گئے۔

دوران قیام بریلی ہی انقلاب ۱۸۵۷ء پیش آیا، اس میں مولانا احسن نانوتوی نے انگریز حکومت کا کھل کر ساتھ دیا اور جہاد کے خلاف تقریر کی۔ اس کا قدرے تفصیلی ذکر ہم آگے کریں گے۔

۱۸۵۷ء کے بعد بریلی میں مولانا نانوتوی نے مطبع صدیقی قائم کیا، ڈاکٹر ایوب قادری کی تحقیق کے مطابق یہ مطبع کم وبیش ۱۶/ سال تک اشاعت کتب کا کام کرتا رہا۔ اس مطبع کے زیر اہتمام متعدد مفید وعلمی کتب مثلاً شفائے قاضی عیاض، انتصار الحق از مولانا ارشاد حسین رامپوری وغیرہ شایع ہوئیں، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ اور ازالۃ الخفا پہلی مرتبہ اسی مطبع سے شایع ہوئیں۔ (۳)

۱۲۸۵ھ کے بعد جب مسئلہ امتناع نظیر کے سلسلے میں اثر ابن عباس کی بحث چھڑی تو حضرت تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی اور حضرت مولانا نقی علی خاں بریلوی (وفات: ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) کے خلاف مولانا احسن نانوتوی بھی میدان میں آگئے، ان کی تردید میں حضرت تاج الفحول کے تلمیذ رشید مولانا حافظ بخش آنولوی (وفات: ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء) نے ۱۲۹۱ھ میں ''تنبیہ الجہال بالھام الباسط المتعال'' (۴) نامی رسالہ تصنیف کیا۔ مولانا نانوتوی کے رد میں مولانا

۳۔ مولانا احسن نانوتوی کے بارے میں یہ تمام معلومات ہم نے ڈاکٹر ایوب قادری کی کتاب ''مولانا محمد احسن نانوتوی'' (مطبوعہ روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی، کراچی ۱۹۶۶ء) کے مختلف مقامات سے اخذ کی ہیں۔

۴۔ مطبوعہ مطبع بہارستان کشمیر لکھنؤ ۱۲۹۱ھ/ ۷۵-۱۸۷۴ء

ہدایت علی بریلوی (تلمیذ علامہ فضل حق خیرآبادی) نے بھی قلم اٹھایا اور رسالہ ''الکلام الاحسن'' تالیف فرمایا۔

اسی سلسلے میں مولانا احسن نانوتوی نے مولانا قاسم نانوتوی سے ایک استفتا کیا جس کے جواب میں ''تحذیرالناس'' معرض وجود میں آئی۔ یہ کتاب سب سے پہلے ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں مطبع صدیقی بریلی سے شایع ہوئی۔ اس میں قاسم نانوتوی صاحب نے ''خاتم النبیین'' کا معنی ''سب سے آخری نبی'' ہونا عوام کا خیال قرار دیا اور ''خاتمیت'' کو ذاتی اور زمانی میں تقسیم کر کے عقلی موشگافیوں میں کچھ ایسا الجھے کہ بات انکار ختم نبوت زمانی تک جا پہنچی۔ العیاذ باللہ

تحذیرالناس کے رد میں سب سے پہلے مدرسہ قادریہ بدایوں کے فاضل اور حضرت تاج الفحول کے تلمیذ رشید مولانا فصیح الدین عباسی بدایونی نے قلم اٹھایا اور القول الصحیح الفصیح (۵) نامی رسالہ تالیف کیا، اس رسالے کا دوسرا نام'' ابطال ما کاذبہ الخناس فیما عزا لابن عباس '' ہے۔

انقلاب ۱۸۵۷ء اور مولانا نانوتوی:

ہم نے پیچھے ذکر کیا تھا کہ مولانا احسن نانوتوی دہلی کالج کے تعلیم یافتہ اور بنارس کالج و بریلی کالج میں ملازم تھے، یہ کالج چونکہ گورنمنٹ کے زیر اہتمام قائم تھے، اس لیے ان میں ملازمت بالواسطہ انگریز گورنمنٹ کی ملازمت ہی کہلائے گی۔ اس انگریزی ملازمت کے نتیجے میں انگریز حکومت سے وفاداری کا ثبوت مولانا احسن نانوتوی نے ۱۸۵۷ء کے معرکے میں پیش کیا، ڈاکٹر ایوب قادری لکھتے ہیں:

> ۲۳ مئی کو نماز جمعہ کے بعد مولانا محمد احسن صاحب نے بریلی کی مسجد نومحلّہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے۔(۶)

اس کے بعد ایک انگریز مؤرخ کی کتاب کا حوالہ دینے کے بعد آگے لکھتے ہیں:

۵۔ مطبوعہ مطبع ماہتاب ہند میرٹھ ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء

۶۔ مولانا محمد احسن نانوتوی: ڈاکٹر ایوب قادری، ص ۵۰، روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی، کراچی، ۱۹۶۶ء

اس تقریر نے بریلی میں ایک آگ لگا دی اور تمام مسلمان مولانا محمد احسن نانوتوی کے خلاف ہو گئے۔(۷)

مولانا نانوتوی نے اسی تقریر پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ڈاکٹر ایوب قادری کی تحقیق کے مطابق تھانہ بھون میں علمائے دیوبند کی ایک مشاورتی مجلس منعقد ہوئی جس میں شیخ محمد تھانوی نے جہاد کے خلاف رائے دی، مولانا محمد احسن نے مولانا شیخ محمد تھانوی کی تائید کی۔(۸)

انگریزوں کی اسی حمایت ونصرت اور مجاہدین جنگ آزادی کی مخالفت کا نتیجہ ہے کہ معرکہ ۵۷ء کے بعد جب مسلمانوں اور بالخصوص علما پر ایک عرصہ محشر بپا تھا، مجاہدین کو پھانسیاں دی جارہی تھیں، کالا پانی کی سزا کے فیصلے سنائے جارہے تھے، ان کی جائدادیں ضبط کی جارہی تھیں اور ان کے ورثہ اور اہل خانہ پر عرصہ حیات تنگ کیا جارہا تھا۔ ایسے پر آشوب دور میں مولانا محمد احسن نانوتوی بڑے اطمنان سے بریلی واپس آئے اور بقول ڈاکٹر ایوب قادری:

یکم ذی الحجہ ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۳/ جولائی ۱۸۵۸ء بروز سہ شنبہ کو انہوں نے بریلی میں مکان کرایہ پر لیا اور دوبارہ ملازمت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔(۹)

سخن گستری:

منشی جعفر تھانیسری کی کتاب تواریخ عجیب (کالا پانی) کے مقدمے میں ڈاکٹر ایوب قادری نے سید احمد رائے بریلوی، شاہ اسمٰعیل دہلوی اور ان کے اعوان وانصار کے معرکہ بالاکوٹ کا ذکر کرتے کرتے بالکل ایک غیر متعلق حاشیہ چڑھا دیا، لکھتے ہیں:

جس وقت اللہ کے یہ فرماں بردار بندے دین وملت کی خاطر میدان جہاد میں اپنی جانیں نچھاور کر رہے تھے، اس زمانے میں اس تحریک کے سب سے زیادہ مخالف مولانا فضل حق خیر آبادی ایجنٹ دہلی کے محکمہ میں سررشتہ دار اور مولوی فضل رسول بدایونی کلکٹری بدایوں (سہسوان) میں سررشتہ دار تھے۔(۱۰)

۷۔ مرجع سابق: ص ۵۱
۸۔ مرجع سابق: ص ۵۳، ۵۴
۹۔ مرجع سابق: ص ۵۷
۱۰۔ تواریخ عجیب: جعفر تھانیسری، مرتبہ ایوب قادری، ص ۲۳، سلمان اکیڈمی، کراچی ۱۹۶۲ء

غیر جانبداری، جرأت اظہار، خالص محققانہ اسلوب اور تنقیدی بصیرت کا مظاہرہ جس فراخ دلی اور کشادہ قلبی کے ساتھ ڈاکٹر صاحب نے اس حاشیے میں فرمایا ہے اس کو دیکھتے ہوئے ہمیں توقع تھی کہ مولانا احسن نانوتوی کی جہاد مخالفت اور انگریز حمایت کے ضمن میں ڈاکٹر صاحب یہاں بھی جملہ معترضہ کے طور پر یہ لکھنے کی جرأت فرمائیں گے کہ:

جس وقت مولانا احسن نانوتوی بریلی کی مسجد نومحلّہ میں جہاد کے خلاف تقریر فرمارہے تھے اور تھانہ بھون کی مجلس مشاورت میں جہاد کے خلاف رائے دے رہے تھے یہ کم وبیش وہی زمانہ تھا جب مولانا فضل رسول بدایونی کے بھانجے اور لخت جگر مولانا فیض احمد بدایونی آگرہ سے لے کر دہلی تک اور بدایوں سے لے کر شاہجہاں پور تک میدان کارزار میں اپنی جان ومال کی بازی لگا کر انگریزی فوج کے خلاف سرگرم جہاد تھے۔ جس زمانے میں مولانا احسن نانوتوی نہایت اطمنان کے ساتھ بریلی میں مکان کرایے پر لے کر از سرنو انگریزی ملازمت کا آغاز فرما رہے تھے، اسی زمانے میں حافظ بخاری مولانا سید عبدالصمد سہسوانی کے والد گرامی حضرت سید غالب حسین سہسوانی کو انگریزوں کے خلاف ''بغاوت'' کے جرم میں گولی مار کر شہید کیا جارہا تھا (تاریخ شہادت ۲۹؍شوال ۱۲۷۴ھ/ جون ۱۸۵۷ء)، اِدھر مولانا احسن نانوتوی حکومت سے وفاداری کے نتیجے میں ایک پرآسائش زندگی کا آغاز فرمارہے تھے اُدھر حافظ بخاری کے والد محترم کی تمام جائداد اور املاک ضبط کی جاچکی تھیں اور ایک بے سہارا بیوہ خاتون بے سروسامانی کے عالم میں اپنے پانچ سالہ یتیم بچے ''سید عبدالصمد'' اور ایک شیر خوار بچی کے ساتھ ایک پھونس کی جھونپڑی میں اپنے شوہر کے ''کارنامۂ جہاد'' کی قیمت چکا رہی تھی۔(۱۱)

۱۱۔ حافظ بخاری کے سوانح نگار حکیم ظہیر السجاد لکھتے ہیں:

''۲۹؍شوال ۱۲۷۴ھ مطابق جون ۱۸۵۷ء میں حضرت کے والد ماجد حامیٔ شریعت الشہید فی سبیل اللہ والشیخ فی الکونین حضرت سید غالب حسین رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت انگریزی فوج کے ہاتھ ہوئی اور مکان مسکونہ مع املاک ذاتی جو متعدد دیہات پر مشتمل تھی انگریزوں نے ضبط کرلی اور حضرت قبلہ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر......

مگر افسوس ڈاکٹر ایوب قادری اپنی تمام تر ناقدانہ بصیرت، محققانہ اسلوب، مؤرخانہ ثقاہت اور جرأت اظہار کے دعوے کے باوجود یہاں اس غیر جانبداری اور کشادہ قلبی کا مظاہرہ نہ کر سکے ع.......

رموز مملکت خویش خسرواں دانند

تبعید الشیاطین کی اشاعت جدید:

تبعید الشیطین پہلی مرتبہ ۱۲۸۷ھ/ ۱۸۷۰ء میں انسٹی ٹیوٹ پریس علی گڑھ سے شایع ہوئی، یہ پہلی اشاعت متوسط تقطیع کے ۴۶رصفحات پر مشتمل ہے۔

کتاب کی دوسری اشاعت حافظ بخاری کے عرس صد سالہ (۲۰۰۳ء) کے موقع پر انجمن حافظ بخاری پھپھوند شریف کے زیر اہتمام ''ابن تیمیہ اور علمائے حق'' کے نام سے عمل میں آئی، اس دوسری اشاعت میں اغلاط کتابت کے علاوہ اور کسی قسم کا اضافہ نہیں کیا گیا، جیوں کی توں پہلی اشاعت کے مطابق شایع کی گئی۔

زیر نظر اشاعت کتاب کی تیسری اشاعت ہے، اس کی ترتیب جدید، تخریج اور ترجمے کا کام مدرسہ قادریہ بدایوں شریف کے لائق استاذ عزیزی مولانا دلشاد احمد قادری نے کیا ہے۔عزیز موصوف نے بڑی محنت اور سلیقے سے اس اہم تحقیقی کام کو انجام دیا ہے، جس سے کتاب کی افادیت اور علمی وقعت میں اضافہ ہوا ہے۔رب قدیر ومقتدر جزائے خیر عطا فرمائے۔

تحقیق وتخریج اور ترتیب جدید کے سلسلے میں مندرجہ ذیل امور کا لحاظ کیا گیا ہے:

(۱) کتاب کی پہلی اشاعت میں جو اغلاط کتابت تھیں ان کو کتاب سے ملحق ''صحت نامہ'' کی روشنی میں درست کر دیا گیا ہے۔

(۲) کتاب میں موجود عربی وفارسی عبارتوں کا ترجمہ آج سے کم وبیش ایک صدی پہلے کا تھا

پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ......

عالم (شاہ عبدالصمد) مع اپنی ایک چھوٹی ہمشیرہ صاحبہ کے جو سال بھر کی شیر خوار تھیں صرف اپنی والدہ ماجدہ کی کفالت میں رہے''۔(ملفوظ مصابیح القلوب: ص۱۷، بار سوم ۲۰۱۱ء)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''حضرت قبلہ عالم (شاہ عبدالصمد) کو مع ہمشیرہ صاحبہ والدہ ماجدہ نے ایک پھونس کی جھونپڑی بنوا کر اس میں قیام فرمایا اور اس وقت سوائے خدا کے ان کا کوئی کفیل نہ تھا''۔(مرجع سابق ص۲۰)

اور یہ لفظی ترجمہ تھا جس کا سمجھنا آج کے قاری کے لیے دشوار تھا، لہٰذا تمام عربی فارسی عبارتوں کا از سرنو ترجمہ کیا گیا ہے تاکہ آج کے ایک عام اردو داں قاری کے لیے قابل فہم ہوسکیں۔

(۳) کتاب میں موجود اکابر علما کی عبارتوں کی حتی الامکان تخریج کردی گئی ہے۔

(۴) مصنف کی عبارت میں کہیں کوئی تصرف نہیں کیا گیا ہے اگر کہیں کسی وضاحتی عبارت کا اضافہ کیا گیا ہے تو اس کو ایک مخصوص بریکٹ [........] میں درج کیا گیا ہے تاکہ مصنف اور مرتب کی عبارتوں میں امتیاز قائم رہے۔

(۵) موجودہ تحقیقی اصول کے مطابق حاشیے میں شخصیات اور بعض کتب کا مختصر تعارف کروادیا گیا ہے۔

(۶) پہلی اشاعت میں کتاب کے متن میں علما کی زیر حوالہ عبارتوں کا صرف اردو ترجمہ درج کیا گیا تھا اصل عربی فارسی عبارتیں حاشیے پر درج کی گئیں تھیں، دوسری اشاعت میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا، زیر نظر جدید اشاعت میں بھی متن میں صرف عبارتوں کا اردو ترجمہ درج کیا جارہا ہے، اصل عبارتیں حاشیے کی بجائے نمبر ڈال کر کتاب کے آخر میں درج کی گئیں ہیں۔

(۷) کتاب میں عربی فارسی عبارتوں کے ترجمے کے ساتھ صرف کتاب کے نام اور صفحہ نمبر کا حوالہ دیا گیا ہے، تفصیلی حوالہ (مصنف کا نام، مطبع، سنہ اشاعت وغیرہ) کتاب کے آخر میں اصل عبارتوں کے ساتھ درج ہے۔

(۸) عزیز گرامی مولانا مجاہد رضا قادری (استاذ مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف) نے حافظ بخاری کی حیات وخدمات پر ایک تفصیلی مضمون قلم بند کیا تھا، یہ مضمون ماہنامہ جام نور دہلی (شمارہ جولائی ۲۰۱۱ء) میں اشاعت پذیر ہوا تھا، تعارف مصنف کے طور پر اسی مضمون کو قدرے حذف واضافے کے ساتھ کتاب میں شامل کیا جارہا ہے۔

اس کتاب پر کام آج سے کئی سال قبل مکمل ہوگیا تھا، میری خواہش تھی کہ کتاب کو جلد از جلد شایع کروا کر اپنے نانا جانشین حافظ بخاری افتخار اہل سنت حضرت سید محمد اکبر چشتی قدس سرہ کی خدمت میں پیش کروں، کتاب کو ہاتھ میں لے کر ان کے ہونٹوں پر خوشی ومسرت سے جو موج تبسم لہراتی وہی ہماری اس محنت کی قیمت ہوتی اور ان کی دعائیں اس کاوش کا بہترین انعام۔ مگر

کتاب ابھی کمپوزنگ کے مراحل میں تھی کہ ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ/ نومبر ۲۰۰۸ء کو حضرت نے وصال فرمایا۔اس کے بعد مَیں بعض دوسری کتابوں پر کام میں مصروف ہوگیا اور اس کتاب کی اشاعت التوا میں پڑی رہی۔اب قدرے تاخیر کے بعد کتاب اشاعت پذیر ہوسکی۔

ظاہری طور پر آج میرے محترم نانا موجود نہیں ہیں لیکن ان کی دعائیں، روحانی توجہات اور نظر التفات آج بھی ہمارے ساتھ ہے، اس لیے کتاب کی اشاعت جدید کا انتساب انہیں کی ذات گرامی سے کیا جارہا ہے۔

رب قدیر و مقتدر تاج الفحول اکیڈمی کی اس دینی خدمت کو شرف قبول عطا فرمائے اور ہمیں دین متین کی بیش از بیش خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

۱۹ر شوال ۱۴۳۳ھ	اسید الحق قادری
۶ر ستمبر ۲۰۱۲ء	خانقاہ قادریہ بدایوں

☆☆☆

حافظ بخاری مولانا شاہ عبدالصمد چشتی سہسوانی

حیات وخدمات پر ایک نظر

مولانا محمد مجاہد رضا قادری

مدرس مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں

حافظ بخاری سید شاہ عبدالصمد چشتی مودودی سہسوانی کا شمار برصغیر کی ان ممتاز شخصیات میں ہوتا ہے جن کی دینی اور روحانی خدمات کی ایک زریں اور تابناک تاریخ ہے، احقاق حق ابطال باطل، ہدایت وارشاد، تصنیف وتالیف، اور روحانی تزکیہ وتصفیہ کے ذریعے آپ نے دین وسنیت کی جو عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں وہ ہماری مذہبی تاریخ کا ایک زریں باب ہیں، تیرہویں صدی کے اواخر اور چودہویں صدی کے ربع اول میں آپ نے اسلام وسنیت کی خدمات کے سلسلے میں قائدانہ کردار ادا کرتے ہوئے ہر سطح پر دینی خدمات انجام دیں، آپ کا فیضان علم آپ کی تصانیف کے ذریعے آج بھی جاری ہے۔

خاندان اور نسب:

آپ قصبہ سہسوان (ضلع بدایوں) کے مشہور نقوی حسینی خاندان سادات سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کا سلسلہ نسب حضرت خواجہ ابو یوسف قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے، اسی لیے آپ کے نام کے ساتھ ''مودودی'' بھی لکھا جاتا ہے۔ جون ۱۸۵۸ء میں آپ کے والد گرامی حضرت سید غالب حسین مودودی رحمۃ اللہ علیہ کو بغاوت کے الزام میں انگریزوں نے شہید کیا، اور تمام جائیداد واملاک ضبط کر لی۔

ولادت، تعلیم:

آپ کی ولادت ۱۴؍شعبان ۱۲۶۹ھ/مئی ۱۸۵۳ء کو قصبہ سہسوان میں ہوئی، ۱۲۷۶ھ میں صرف سات سال کی عمر میں قرآن مجید کے حفظ سے فراغت پائی، اس کے بعد ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر ہی اپنے خالہ زاد بھائی مولانا حکیم سخاوت حسین نقوی سے حاصل کی، اس کے بعد اعلیٰ تعلیم اور تکمیل کے لیے مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف میں تشریف لائے، سیف اللہ المسلول مولانا

شاہ فضل رسول قادری بدایونی اور حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر محبّ رسول قادری بدایونی قدس سرہما سے تکمیل درسیات کی، جس وقت آپ نے مدرسہ قادریہ بدایوں شریف میں مروجہ درسیات کی تکمیل کی اس وقت آپ کی عمر محض ۱۴؍برس تھی۔

بیعت طریقت اور اجازت وخلافت:

۱۲۸۰ھ میں جب آپ کی عمر گیارہ سال کی تھی خیرآباد شریف (سیتاپور) میں شیخ المشائخ حافظ سید محمد اسلم چشتی خیرآبادی قدس سرہ کے دست حق پرست پر سلسلہ چشتیہ نظامیہ فخریہ سلیمانیہ میں بیعت ہوئے۔ بعد میں شیخ محترم نے آپ کو تمام سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت مرحمت فرمائی، آپ شیخ المشائخ حضرت حافظ اسلم خیرآبادی کے احب الخلفا تھے، آپ کی ذات سے سلسلہ چشتیہ اسلمیہ کو خوب فروغ ہوا اور فیضان چشت اہل بہشت عام ہوا۔

اجازت حدیث:

۱۲۸۴ھ میں محدث مدینہ منورہ شیخ یوسف بن مبارک بن حمدون یمنی المدنی کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ تہہ کیا اور کتب حدیث کا درس لیا، آپ کی صلاحیت، تقویٰ و پرہیزگاری اور خداداد ذہانت وفطانت سے آپ کے شیخ بہت متأثر ہوئے اور آپ کو دعاؤں کے ساتھ اجازت حدیث عطا فرما کر رخصت کیا۔

تصانیف:

احقاق حق اور ابطال باطل کے جذبے سے آپ نے وقت ضرورت قلم اٹھایا اور تصنیف وتالیف کے ذریعے دین وسنیت کی حفاظت وصیانت کا کارنامہ انجام دیا۔ آپ کے زمانے میں جو بھی اعتقادی یا فکری انحراف نظر آیا آپ نے اس کے خلاف قلمی جہاد فرمایا، آپ کی تصانیف اردو اور بعض فارسی زبان میں ہیں، بعض اہم تصانیف حسب ذیل ہے۔

(۱) افادات صمدیہ رادشکوک واہیہ نجدیہ

(۲) الطّوارق الصمدیہ

(۳) حق الیقین فی مبحث مولد اعلیٰ النبیین

(۴) نصر المسلمین علیٰ عداۃ سید المرسلین

(۵)نصر السنیین
(۶)ارغام الشیاطین
(۷)تبعید الشیاطین بامداد جنود الحق المبین
(۸)جمع تلبیسات صواعق

وصال:

۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں ۱۷/جمادی الاخریٰ اور ۱۸/جمادی الاخریٰ کی درمیانی شب میں وصال فرمایا، پھپھوند شریف (ضلع اوریا) میں ہی تدفین عمل میں آئی، آپ کا مزار آج بھی زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

اخلاف وجانشین:

حضرت سید شاہ خواجہ مصباح الحسن مودودی چشتی (ولادت: ۱۳۰۴ھ/ ۸۷-۱۸۸۶ء۔ وفات: ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۵ء) آپ کے فرزند گرامی تھے، آپ نے ابتدائی تعلیم مفتی ابراہیم قادری بدایونی (ابن مولانا محبّ احمد قادری بدایونی)، مولانا سید اخلاص حسین چشتی، اور حکیم مومن سجاد صاحب وغیرہ سے حاصل کی، معقولات کی تکمیل استاذ العلما مولانا ہدایت اللہ جونپوری (تلمیذ علامہ فضل حق خیرآبادی) سے اور دورۂ حدیث مولانا وصی احمد محدث سورتی کی درسگاہ میں مکمل کیا۔ بیعت واجازت والد گرامی حضرت حافظ بخاری سے حاصل تھی، حافظ بخاری کے بعد آپ ان کے جانشین ہوئے، ایک عالم نے آپ کی صحبت، وعظ وارشاد تصنیف وتالیف اور درس وتدریس سے فیض اٹھایا۔

حضرت خواجہ مصباح الحسن چشتی قدس سرہ کے وصال کے بعد افتخار اہل سنت حضرت سید شاہ محمد اکبر چشتی (ابن حضرت مولانا سید اعزاز حسین نواسۂ حافظ بخاری ابن سید محمد اخلاص حسین ابن سید محمد انوار حسین عم محترم حضرت حافظ بخاری) خانقاہ صمدیہ کے صاحب سجادہ ہوئے۔ آپ کی ولادت ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء میں ہوئی، صدر العلما حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی اور حضرت مفتی رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم کانپور سے اخذ علوم ظاہری کیا۔ حضرت خواجہ مصباح الحسن چشتی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے نوازے

گئے۔آپ کی ذات گرامی مغتنمات زمانہ سے تھی، اس گئے گذرے دور میں ایسے باخدا اور بے نفس بزرگ کم ہی دیکھنے میں آئے ہیں۔۴۵/ برس تک خانقاہ صمدیہ کی مسند ارشاد کو زینت بخشی، ایک عالم کو فیضیاب کیا، ذیقعدہ ۱۴۲۹ء/ ۲۰۰۸ء میں وصال فرمایا۔آپ کے بعد آپ کے فرزند اکبر حضرت سید شاہ محمد اختر چشتی خانقاہ صمدیہ کے صاحب سجادہ ہوئے، آپ اپنے اسلاف کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے احباب سلسلہ کی تعلیم وتربیت میں مصروف ہیں۔اللہ تعالیٰ اس خانقاہ کا علمی اور روحانی فیض تا دیر قائم ودائم رکھے۔

خانقاہ صمدیہ کے زیر اہتمام حضرت حافظ بخاری کی یادگار کے طور پر ایک دینی تعلیمی ادارہ ''جامعہ صمدیہ'' کے نام سے پھپھوند شریف میں قائم ہے، مخدوم گرامی حضرت مولانا سید محمد انور چشتی کے زیر اہتمام وانصرام اس ادارے نے بہت کم وقت میں نمایاں ترقی کی ہے۔

افتخار اہل سنت حضرت سید شاہ محمد اکبر چشتی قدس سرہ کی بڑی شہزادی کا عقد تاج دار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری مدظلہ (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف) کے ساتھ ہوا، استاذ محترم حضرت مولانا اسید الحق قادری بدایونی، خطیب اہل سنت حضرت مولانا عطیف میاں قادری اور مخدوم گرامی حضرت مولانا عزام میاں قادری قدسی بدایونی آپ کے فرزندان گرامی ہیں۔

حافظ بخاری کی دینی خدمات:

ہم یہاں اختصار کے ساتھ حافظ بخاری کی بعض دینی خدمات کا تذکرہ کریں گے، یوں تو آپ کی پوری حیات احقاق حق اور ابطال باطل میں گزری، لیکن خصوصیت کے ساتھ تین معاملات میں آپ کی خدمات بڑی اہمیت رکھتی ہیں، ہم ان تینوں مسئلوں میں آپ کی خدمات کا قدرے تفصیلی جائزہ لینا چاہتے ہیں۔

مسئلہ امتناع نظیر:

شاہ اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویت الایمان نے جہاں بہت سے گمراہ عقائد ونظریات کو جنم دیا وہیں امتناع نظیر اور امکان کذب جیسے مسائل بھی اسی کتاب کی دین ہیں، شاہ صاحب نے تقویت الایمان میں ایک جگہ لکھ دیا کہ:

اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتہ جبریل اور محمد ﷺ کی برابر پیدا کر ڈالے (تقویۃ الایمان ص ۳۵)

اس پر علامہ فضل حق خیر آبادی نے تحقیق الفتویٰ میں گرفت فرمائی کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی نظیر ممتنع بالذات ہے، اور اس قول سے کذب باری لازم آتا ہے، یہیں سے امکان کذب اور امتناع نظیر کے مسائل زیر بحث آئے، اس بحث کے دوران شاہ اسماعیل دہلوی کی حمایت کرنے والوں کی نظر اثر ابن عباس پر پڑ گئی، لہٰذا یہ اثر بڑے زور شور سے اپنی دلیل میں پیش کیا جانے لگا، اثر ابن عباس کو حاکم وغیرہ نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے، اثر ابن عباس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

> حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سات آسمان پیدا فرمائے اور اسی طرح سات زمینوں کی تخلیق کی، ہر زمین میں تمہارے نبی کی طرح نبی ہے، آدم کی طرح آدم ہیں، نوح کی طرح نوح ہیں، ابراہیم کی طرح ابراہیم ہیں اور عیسیٰ کی طرح عیسیٰ ہیں علیٰ نبینا وعلیہم السلام (المستدرک للحاکم: جلد ۲، ص ۵۳۵)

اس حدیث سے حضور اکرم ﷺ کی نظیر کے نہ صرف امکان بلکہ موجود و متحقق ہونے کا عقیدہ بنا لیا گیا۔

مسئلہ امکان نظیر کے سلسلے میں سب سے پہلے اثر ابن عباس کو میاں نذیر حسین دہلوی نے ۱۲۸۰ھ اور ۱۲۸۴ھ کے درمیانی عرصے میں پیش کیا۔ اس کے بعد میاں نذیر حسین دہلوی کے شاگرد میاں امیر حسن سہسوانی نے ''افادات ترابیہ'' کے نام سے ۱۶ رصفحات کا ایک رسالہ لکھا جو ان کے ایک شاگرد مولوی تراب علی خان پوری کے نام سے ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء میں میرٹھ سے شائع ہوا، اس رسالے میں میاں امیر حسن سہسوانی نے اثر ابن عباس کو بنیاد بناتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کے چھ امثال دیگر طبقات زمین میں بالفعل موجود و متحقق ہونے کا دعویٰ کیا، لکھتے ہیں:

> یہ حدیث فتح الباری شرح صحیح بخاری، اور تفسیر درمنثور، اور شعب الایمان وغیرہا میں موجود ہے پس اس صورت میں امکان مثل کیا بلکہ سات مثل موجود و متحقق عالم میں ہیں (افادات ترابیہ: ص ۲/۳)

اس کے بعد سے ہی اثر ابن عباس کے تعلق سے بحث وتمحیص کا دروازہ کھلا۔''افادات ترابیہ'' کے جواب میں حافظ بخاری نے''افادات صمدیہ'' تصنیف فرمائی،جس میں تحقیق سے آپ نے حضور اکرم ﷺ کی نظیر کا ممتنع ہونا ثابت کیا،اوراس اثر پر محدثانہ کلام فرماتے ہوئے تمام شکوک شبہات کو رفع کردیا۔

میاں امیر حسن سہسوانی سے مناظرہ:

ایک موقع پر اس سلسلے میں آپ کی گفتگو میاں امیر حسن سہسوانی سے بھی ہوئی، یہ واقعہ ۱۲۸۶ھ کا ہے، یہاں یہ بھی یادرہے کہ اس وقت حافظ بخاری کی عمر محض ۱۷رسال تھی اور میاں امیر حسن سہسوانی کی عمر ۴۳ربرس تھی،اس کے باوجود جس عالمانہ وقار اور حاضر جوابی کے ساتھ آپ نے گفتگو فرمائی اس سے آپ کی ذہانت اور اعلیٰ علمی صلاحیت کا پتہ چلتا ہے،سہسوان میں عید کے موقع پر میاں امیر حسن سہسوانی سے آپ کی ملاقات ہوئی، یہ خبر قصبے میں پھیل گئی،جس سے کافی تعداد میں لوگ گفتگو سننے کے لیے جمع ہو گئے،ان دونوں حضرات میں گفتگو کچھ اس طرح ہوئی۔

میاں امیر حسن سہسوانی: ''افادات ترابیہ'' کا جواب جو'' افادات صمدیہ'' میں چھپا ہے وہ واقعتاً تمہارا لکھا ہے یا مولانا صاحب (تاج الفحول) کا لکھا ہوا ہے؟

حافظ بخاری: کیا میں یہ دریافت کرسکتا ہوں کہ'' افادات ترابیہ'' آپ کی لکھی ہوئی ہے یا واقعی تراب علی کی ہے؟

میاں امیر حسن سہسوانی: تراب علی کی لکھی ہوئی ہے۔

حافظ بخاری: پھر'' افادات صمدیہ'' بھی میری ہی لکھی ہوئی ہے۔

میاں امیر حسن سہسوانی: ''افادات صمدیہ'' کے مضامین کو تم سمجھا سکتے ہو؟

حافظ بخاری: چونکہ وہ میری ہی لکھی ہوئی ہے، لہٰذا مجھ سے بہتر تو آپ سمجھ بھی نہیں سکتے۔

میاں امیر حسن نے اپنے بیٹے مولوی امیر احمد سہسوانی سے کہا کہ افادات صمدیہ لاؤ، چنانچہ وہ لائی گئی،میاں امیر حسن صاحب نے افادات صمدیہ کا صفحہ ۴رنکال کر پوچھا کہ

میاں امیر حسن سہسوانی: یہ جو تم نے بیہقی کا مقولہ لکھا ہے کہ اسناده صحيح الا انه شاذ بمرة اس کا کیا مطلب ہے؟

حافظ بخاری: بیہقی سند حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں لیکن متن حدیث کو بکثرت شاذ کہتے ہیں۔
میاں امیر حسن سہسوانی: ''بمرۃ'' کے معنیٰ ایک مرتبہ ہیں نہ کہ بہت۔
حافظ بخاری: ''بمرۃ'' کا معنیٰ زبان عرب میں ایک نہیں آتے۔
میاں امیر حسن صاحب نے قاموس، صراح اور کتب لغت جوان کے کتب خانے میں موجود تھیں منگوائیں، اور جس میں نکال کر دکھاتے اس میں مرۃ کا ترجمہ ایک مرتبہ نکلتا۔
حافظ بخاری: مَیں ''مرۃ'' کو نہیں پوچھتا بلکہ ''بمرۃ'' کو پوچھتا ہوں اس کو ایک مرتبہ کے معنیٰ میں دکھایے۔
تقریباً ایک گھنٹے تک گفتگو رہی آخر میں میاں امیر حسن بمرۃ کے معنیٰ ایک مرتبہ کے دکھانے سے عاجز رہے اور کہنے لگے اب دوپہر ہوگئی اور میرے سر میں درد ہونے لگا اس کے متعلق پھر تمہیں سمجھاؤں گا اور اٹھ کر اپنے زنانہ مکان میں چلے گئے، اس موعودہ ''پھر'' کی نوبت ان کی زندگی میں پھر کبھی نہیں آئی۔ (بہ اختصار و تلخیص از ملفوظ مصابیح القلوب: ص ۱۵)

میاں امیر احمد سہسوانی سے مناظرہ:

اس سلسلے میں ایک مناظرہ ۱۲۸۸ھ میں حضرت تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی اور میاں امیر احمد سہسوانی (وفات: ۱۳۰۶ھ/ ۸۹-۱۸۸۸ء) کے درمیان قصبہ شیخو پور ضلع بدایوں میں ہوا، جس میں سہسوانی صاحب کو شکست فاش ہوئی، اس کے اگلے سال ۱۲۸۹ھ میں ایک دوسرا مناظرہ حافظ بخاری اور میاں امیر احمد سہسوانی کے درمیان خیر آباد ضلع سیتاپور میں ہوا، جس میں امیر احمد سہسوانی صاحب لاجواب ہوئے اور حافظ بخاری نے حق کا پرچم بلند کیا، اس مناظرے کی مفصل روداد ''مناظرۂ صمدیہ'' کے نام سے مولانا نعمان احمد خاں نے مرتب کر کے مطبع الٰہی آگرہ سے طبع کروائی، وہیں سے اختصار و تلخیص کے ساتھ مناظرے کی مختصر روداد ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔
حافظ بخاری: امتناع نظیر اور امکان نظیر کے مسئلے میں آپ کا عقیدہ کیا ہے؟
میاں امیر احمد سہسوانی: میرا عقیدہ یہ ہے کہ وصف ختم نبوت میں ۶ر آدمی رسول مقبول ﷺ کے مثل ۶ر زمینوں میں موجود ہیں، مگر یہ مثلیت صرف وصف ختم نبوت میں ہے نہ کہ دوسری صفات کمالیہ میں۔

حافظ بخاری: مگر افادات ترابیہ میں تو لکھا ہے کہ سات مثل آنحضرت ﷺ کے ماہیت انسانیہ اور دیگر صفات کمالیہ میں موجود و متحقق ہیں۔
میاں امیر احمد سہسوانی: افادات ترابیہ میری کتاب نہیں میرے شاگرد کی لکھی ہوئی ہے، اس کی خطا کا مؤاخذہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔
حافظ بخاری: حضرت میں نے افادات ترابیہ کو اس لیے پیش کیا کہ آپ نے اور آپ کے والد مولوی امیر حسن صاحب نے اس رسالے کو مشتہر کرنے میں بڑی سعی اور کوشش کی تھی، اس کے علاوہ آپ اس کے جملہ مضامین کو اپنے رسالے مناظرہ احمدیہ میں صحیح قرار دے چکے ہیں، اب الحمدللہ آپ نے تنزل تو فرمایا۔ ع۔ عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت است
حضرت آپ نے یہ عقیدہ کہاں سے مستنبط کیا؟
مولانا امیر احمد سہسوانی نے حدیث سبع ارضین (اثر ابن عباس) پیش کی، اور فتح الباری کی عبارت پڑھی۔
حافظ بخاری: حدیث میں کاف تشبیہ آیا ہے اس میں ختم نبوت کی تخصیص جناب نے کس جگہ سے مستفاد فرمائی؟ اس کے علاوہ فتح الباری کی اس عبارت میں بیہقی کا مقولہ درج ہے، اور اس مقولے میں صحت اسناد کا ذکر ہے نہ کہ صحت حدیث کا، اور صحت اسناد کا قول صحت حدیث کو لازم نہیں، اس پر حافظ بخاری نے امام سیوطی کی تدریب الراوی کی عبارت دلیل میں پیش کی اور فرمایا کہ یہ وہ کتاب ہے جس سے آپ بھی سند لاتے ہیں اور امام سیوطی کے نقاد حدیث ہونے کے آپ کے اکابر بھی معترف ہیں۔
میاں امیر احمد سہسوانی: مفاتیح شرح مصابیح میں مذکور ہے کہ:
والمصنف المعتمد اذا اقتصر علیٰ انه صحیح الاسناد ولم یذکر له علة ولم یقدح فیه فالظاهر انه حکم بانه صحیح فی نفسه (ترجمہ: اگر معتمد مصنف صرف صحیح الاسناد کہنے پر اکتفا کرے اور کوئی علت نہ بیان کرے تو ظاہر یہ ہے کہ اس نے حدیث کے صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے) لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ صحت اسناد صحت متن کو مستلزم ہوتی ہے۔
حافظ بخاری: اولاً اس عبارت سے ہرگز یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ صحت اسناد کا قول قطعاً صحت متن کے

قول کومستلزم ہے، ثانیاً اس عبارت سے اور ہمارے زیر بحث مسئلے سے کوئی تعلق نہیں، اس لیے کہ جس قدر ممدوحین اس اثر کے ہیں کسی نے اس امر کی تصحیح نہیں کی ہے، اور اگر فرض کرلیا جائے کہ حاکم نے مستدرک میں اسناد کی تصحیح نہیں کی بلکہ حدیث کی کی ہے تو فقط حاکم کی تصحیح کا علمائے حدیث کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں، (اس کے بعد آپ نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی بستان المحدثین کی ایک عبارت پیش کی اس کے بعد فرمایا) بیہقی نے صحت اسناد کا حکم کیا مگر وہیں شذوذ حدیث کا بھی ذکر کردیا۔ تیسری بات یہ کہ تدریب الراوی میں امام سیوطی نے لکھا کہ شیخ الاسلام نے کہا کہ امام حدیث حدیث کی صحت کے قول سے صحت اسناد کے قول کی طرف اسی وقت عدول کرتا ہے جب اس میں شذوذ یا علت قادحہ ہو، لہٰذا شیخ الاسلام کے قول سے ثابت ہوا صحیح الاسناد کہنا اور صحیح المتن نہ کہنا بہ نسبت شذوذ یا علت قادحہ کے ہوا کرتا ہے۔

میاں امیر احمد سہسوانی: شیخ الاسلام مجہول ہیں ان کا قول قابل استناد نہیں۔

حافظ بخاری: اولاً میں نے ان سے استناد نہیں کیا ہاں جلال الدین سیوطی جن سے آپ بھی سند لاتے ہیں ان سے استناد کیا ہے، لہٰذا آپ کا یہ اعتراض خود آپ کے مستند پر ہے نہ کہ مجھ پر، دوسرے یہ کہ آپ صاحبوں کا عجیب حال ہے کہ جس عالم کا نام یا حال معلوم نہ ہو اس پر مجہول ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں، اور یہ خیال نہیں کرتے کہ جن کو آپ کے اکابر نقاد حدیث لکھتے ہیں وہ ان سے سند لاتے ہیں۔

میاں امیر احمد سہسوانی: زین الدین عراقی اور ابن صلاح نے لکھا ہے کہ جو حدیث فقط صحیح الاسناد بیان کی جائے اور اس میں کوئی شذوذ اور علت قادحہ نہ ہو وہ صحیح المتن بھی ہوا کرتی ہے، جیسے یہ حدیث۔

حافظ بخاری: اس حدیث کا حال یہ ہے کہ (۱) یہ قول غیر معصوم ہے اور معصوم کے قول کے مخالف ہے (۲) اس میں عطا بن سائب ہیں اور ان کو امام نووی نے مقدمہ شرح مسلم میں مخطئین میں سے لکھا ہے (۳) جلال الدین سیوطی نے اس کے معنیٰ میں تاویل کی ہے (۴) صاحب انسان العیون، صاحب مقاصد حسنہ اور صاحب ارشاد الساری نے مقدوح اور مردود ہونے کی تصریح کی ہے (۵) صاحب بحر محیط نے اس کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے (۶) بیہقی نے اس کے شاذ

ہونے کو صاف لکھ دیا ہے کہ الا انـه شاذ بمرة (۷) اس کو صحیح فرض کرنے کے باوجود بھی وہابیہ کا مطلب اس سے ثابت نہیں ہوتا۔

میاں امیر احمد سہسوانی: (بیہقی کے لفظ ''بمرۃ'' میں الجھے اور کہا کہ) اس کے معنیٰ ایک مرتبہ کے ہیں۔

حافظ بخاری: بمرۃ کے معنی بے شک اور بلاشبہ کے ہیں، خود قسطلانی نے اس کو لکھ دیا ہے۔

میاں امیر احمد سہسوانی: قسطلانی قادح نہیں ہیں۔

حافظ بخاری: قسطلانی بیہقی کے اسی مقولے کے تحت ارشاد الساری میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اس میں یہ بات ہے کہ صحت اسناد سے صحت متن لازم نہیں آتی، جیسا کہ اس فن کے ماہرین کے نزدیک معروف ہے، کبھی اسناد تو صحیح ہوتی ہے مگر متن میں شذوذ یا علت قادحہ ہوتی ہے، اور پھر اس قسم کے مسائل (یعنی اعتقاد کے مسائل) حدیث ضعیف سے ثابت نہیں ہوتے''، اس کے علاوہ وہ خود صاحب ہدایہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ ''اخـذه من الاسرائیلیات ''یعنی حضرت ابن عباس نے یہ بات اسرائیلیات سے اخذ کی ہے۔

میاں امیر احمد سہسوانی: حضرت ابن عباس اسرائیلیات سے اخذ کیا ہی نہیں کرتے تھے۔

حافظ بخاری: یہ آپ ہی صاحبوں کی جرأت ہے کہ ایسے علمائے دین کو جھوٹا ٹھہراتے ہو، اور پھر اس سے قطع نظر عراقی نے شرح الفیہ میں اور امام نووی نے تہذیب میں حضرت ابن عباس کا کعب احبار سے اخذ کرنا لکھا ہے۔

میاں امیر احمد سہسوانی: صحیح بخاری میں تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس اسرائیلیات سے اخذ نہیں کرتے تھے۔

حافظ بخاری: صحیح بخاری تو اس وقت یہاں موجود نہیں ہے، مگر فی الحال یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب شارح صحیح بخاری حضرت ابن عباس کا اسرائیلیات سے اخذ کرنا لکھتے ہیں تو وہ آپ سے زیادہ صحیح بخاری سمجھتے تھے۔

جب گفتگو میں طوالت ہوئی اور حاضرین مجلس اور صاحب مکان نے مجلس کو برخواست کرنا چاہا تو جناب ہادی علی خاں صاحب نے کہا کہ ''حضرت ہم حدیث کو صحیح فرض کیے لیتے ہیں، کیا حدیث

کی صحت فرض کرنے کے بعد یہ حدیث اس عقیدے کے لیے مفید ہے یا نہیں؟

میاں امیر احمد سہسوانی: عقائد غیر ضروریہ میں حدیث احاد بھی مقبول ہے۔

حافظ بخاری: کتب اصول میں صاف تصریح ہے کہ حدیث احاد مفید عقیدہ نہیں ہوتی، اس کے علاوہ مولوی نذیر حسین صاحب نے لکھا ہے کہ ''خبر عدل واحد مفید عقیدہ نمی شود''

میاں امیر احمد سہسوانی: مولوی نذیر حسین کیا ائمہ میں سے ہیں کہ جن کا قول مان ہی لیا جائے۔

حافظ بخاری: یہ حدیث صحاح میں بھی نہیں ہے، بلکہ ان کتابوں میں ہے جن کی نسبت آپ کے اکابر لکھتے ہیں کہ یہ کتابیں طبقۂ ثالثہ اور طبقۂ رابعہ میں داخل ہیں، اور طبقۂ ثالثہ اور طبقۂ رابعہ کی احادیث اس قابل نہیں ہیں کہ ان سے کوئی عقیدہ یا عمل تمسک کیا جائے، ایسا ہی شاہ عبدالعزیز نے لکھا ہے (پھر آپ نے شاہ صاحب کی عبارت پڑھ کر سنائی) اس کے علاوہ وہابیوں کے رکن عظیم مولوی بشیر الدین قنوجی اپنی کتاب تفہیم المسائل میں لکھتے ہیں: ''احادیث کتاب ابن جریر از قسم احادیث کتب طبقہ رابعہ اند، واحادیث ایں طبقہ قابل اعتنا دنیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بہ آنہا تمسک نمودہ شود'' (ترجمہ: ابن جریر کی کتاب کی احادیث طبقہ رابعہ کی احادیث کی قسم سے ہے، اور اس طبقے کی احادیث قابل اعتماد نہیں ہوتیں، کہ ان سے عقیدہ یا کسی عمل کے لیے تمسک کیا جائے)

یہ گفتگو یہیں ختم ہوگئی اور مولانا امیر احمد صاحب کوئی معقول جواب نہ دے سکے، مناظرے کے عینی گواہ جناب محمد اعظم حسین صدیقی خیر آبادی لکھتے ہیں کہ ''مولوی امیر احمد صاحب نے یہ عبارتیں سنیں اور جلدی کچھ بھی جواب نہ دیا اس قدر شب کو گفتگو ہوئی، حق یہ ہے کہ مولوی امیر احمد صاحب نے ابتدائے گفتگو سے آخر تک خارج از مبحث باتیں پیش کیں''

اس کے بعد صبح کو حافظ بخاری نے ایک تحریر سہسوانی صاحب کو ارسال کی، اس میں ان سے دو سوالات کیے، حافظ بخاری لکھتے ہیں:

> شب کو جو مناظرہ مجھ سے اور آپ سے ہوا وہ ختم نہ ہو پایا، آخر میں مَیں نے بعد فرض صحت حدیث کے عبارت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور مولوی بشیر الدین صاحب کی پیش کی، اس کا جواب آپ کی طرف سے نہ دیا گیا، اب

مَیں چاہتا ہوں کے اس کا جواب عنایت ہو،اور دو سوالات لکھتا ہوں ان کے جوابات شافیہ سے ممنون فرمائیے،اور ہر جواب میں استنباط علمائے سابق کا منقول ہوا اپنا استنباط زیب ترقیم نہ فرمایا جائے۔

سوال اول: یہ حدیث منقول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے،اس زمانے سے اب تک کسی قرن میں کسی عالم نے کسی تفسیر میں یا شروح حدیث میں یا عموماً کتب مستندہ میں کسی مقام پر جناب رسالت مآب ﷺ کے چھ مثل موجود و متحقق ہونے کا استنباط اس حدیث سے فرمایا ہے یا نہیں؟ اور برتقدیر اول کوئی سند اس کی پیش کیجیے،اور اب تک استنباط نہیں کیا تو اس کی وجہ کیا ہے؟

سوال دوم: ایسی حدیث احاد کہ جس کی صحت میں گفتگوئیں ہیں اگر بالفرض محال موافق آپ کے کہنے کے صحیح مان بھی لی جائے تو حدیث احاد سے استنباط عقیدہ کا کرنا اور ایسا عقیدہ کہ خلاف کلام اللہ و حدیث رسول اللہ ﷺ کے ہو جائز ہے یا نہیں؟ اور درصورت جواز سند کتب معتبرہ سے پیش کیجیے۔حررہ السید عبدالصمد السہسوانی۔

سید عزیز احمد سہسوانی صاحب ان سوالات کو لے کر مولانا امیر احمد صاحب کے پاس گئے انہوں نے سوالوں کو اول سے آخر تک دیکھ کر کہا کہ ''میں جواب نہیں لکھتا''۔اس طرح یہ مناظرہ اپنے اختتام کو پہنچا۔(باختصار و تلخیص از مناظرۂ صمدیہ:ص ٦ /تا ١٣)

تحریک ندوۃ العلما:

حافظ بخاری کی زندگی کی ایک اہم خدمت مجلس علمائے اہل سنت کی صدارت بھی ہے،جس کے ذریعے آپ نے احقاق حق کا دینی فریضہ انجام دیا،یہ مجلس کن حالات میں قائم ہوئی؟ اس نے کیا خدمات انجام دیں؟ اور اس میں حافظ بخاری نے کیا کردار ادا کیا؟ یہ ایک بہت تفصیل طلب موضوع ہے،یہاں ہم اختصار کے ساتھ مجلس کے قیام کے پس منظر اور حافظ بخاری کی صدارت پر مختصر روشنی ڈالیں گے۔

١٣١٠ھ/١٨٩٢ء میں مدرسہ فیض عام کانپور کا سالانہ جلسۂ دستار بندی بڑے عظیم الشان

پیمانے پر منعقد کیا گیا، اسی جلسے میں مولانا محمد علی مونگیری نے ندوۃ العلما کے قیام کا خاکہ پیش کیا- ندوۃ العلما کے قیام کے دو بنیادی مقصد بتائے گئے تھے، ایک اتحاد بین المسلمین اور دوسرا اصلاح نصاب- ان دونوں مثبت اور تعمیری مقاصد کی وجہ سے اکثر علماے اہل سنت نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور انہیں مقاصد کے تحت ندوۃ العلما کے قیام کی سنجیدہ کوششیں ہونے لگیں- اس وقت تک اکثر اکابر علماے اہل سنت اس تحریک میں شامل تھے- ندوۃ العلما کا دوسرا اجلاس لکھنؤ میں منعقد ہوا، جب ان اجلاسوں کی رودادیں شائع ہو کر آئیں تو علماے اہل سنت کو تشویش لاحق ہوئی کیوں کہ ان میں بعض چیزیں ایسی تھیں جو شرعی نقطۂ نظر سے قابل قبول نہیں تھیں- دینی خیر خواہی کے پیش نظر علماے اہل سنت نے ندوہ میں درآنے والے ان مفاسد کی اصلاح کی کوششیں شروع کیں، ابتدا میں یہ کوششیں ذاتی ملاقاتوں اور افہام وتفہیم پر مبنی خط وکتابت تک محدود رہیں، لیکن جب حالات بہتر ہونے کی بجائے دن بدن بگڑتے گئے تو اصلاح ندوہ کی ان کوششوں نے باقاعدہ ایک تحریک کی شکل اختیار کر لی-

شوال ۱۳۱۳ھ میں بریلی میں ندوۃ العلما کے اجلاس کا اعلان کیا گیا اور زور وشور سے اس کی تیاریاں شروع کر دی گئیں- ادھر علماے اہل سنت نے بھی اصلاح احوال کی کوششیں تیز کر دیں- اس ضمن میں علماے اہل سنت کی ایک بڑی تعداد بریلی میں جمع ہوگئی- ندوہ کے تین روزہ اجلاس کے دوران گفت وشنید اور افہام وتفہیم ذاتی ملاقاتوں اور مراسلت کے ذریعے کی جاتی رہی مگر اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا اور آخر کار ندوہ کا جلسہ ختم ہو گیا-

مجلس علماے اہل سنت کا قیام :

انہیں حالات میں بعض مخلص علما کو یہ خیال ہوا کہ اہل سنت کی ایک مجلس تشکیل دی جائے جو نظم وضبط اور باقاعدگی کے ساتھ خلوص وللّٰہیت کی بنیادوں پر تحریر وتقریر کے ذریعے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دے، بریلی میں ندوہ کے اجلاس کے فوراً بعد شوال ۱۳۱۳ھ میں علماے اہل سنت کی ایک میٹنگ رضا مسجد محلّہ سوداگران بریلی میں منعقد کی گئی جس میں حضرت تاج الفحول، حضرت فاضل بریلوی اور محدث سورتی جیسے اکابر وقت نے شرکت کی اور اسی میٹنگ میں ''مجلس علماے اہل سنت'' کے نام سے ایک تنظیم کی تشکیل عمل میں آئی- اس مجلس کا صدر باتفاق

رائے حضرت حافظ بخاری کو نامزد کیا گیا''۔(ملخصاً از تحقیق وتفہیم،ص ۵۸/۵۹)

اس مجلس کے لیے ۱۶/دفعات پر مشتمل ایک دستور العمل ترتیب دیا گیا، اس دستور کی ابتدائی پانچ دفعات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) یہ مجلس مبارک حمایت دین متین وحفاظت مذہب اہل سنت وترویج مسائل نافعہ وفضائل اخلاقیہ و نصائح ومصالح دینیہ ودنیویہ کے لیے آخر ماہ شوال ۱۳۱۳ھ سے منعقد ہوئی۔

(۲) یہ مجلس وقتاً فوقتاً تجویز کر کے شائع کرتی رہے گی کہ علمائے اہل سنت کو اس وقت کیا کرنا چاہیے اور کس قسم کی کتب ورسائل تصنیف فرمانا چاہئیں، جن کی اشاعت کی ضرورت ہے۔

(۳) اس مجلس کا اہم کام ایک مطبع اہل سنت جاری کرنا ہے جس میں کتب مفیدہ واخبار حسبِ تجویز ومنظوری مجلس طبع ہو کر قیمتاً اور بلا قیمت نفع مسلمین کے لیے شائع ہوں۔

(۴) صدر مجلس حضرت مولانا مولوی حافظ حاجی سید شاہ عبدالصمد صاحب نقوی مودودی سہسوانی چشتی فخری نظامی تشریف فرمائے پھپھوند ضلع اٹاوہ ہیں۔

(۵) اس مجلس میں رائے دینے کا اختیار ہر اہل سنت کو ہے اور امور انتظامی خاص علمائے اہل سنت سے متعلق ہیں۔(دستور العمل مجلس علمائے اہل سنت ص ۳)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ کوئی عام مجلس نہیں تھی بلکہ اس مجلس کے ارکان اپنے زمانے کے اجلۂ علمائے کرام تھے، مجلس کے دستور العمل میں جن ارکان مجلس کے اسمائے گرامی درج ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱- حضرت تاج الفحول محبّ رسول مولانا عبدالقادر قادری بدایونی

۳- مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی

۴- مولانا حکیم سراج الحق عثمانی بدایونی (ابن مولانا فیض احمد عثمانی)

۵- مولانا شاہ مطیع الرسول محمد عبدالمقتدر قادری بدایونی

۶- حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی

۷- مولانا نواب محمد علی خاں صاحب رامپوری

۸- مولانا محمد امیر اللہ صاحب بریلوی

۹-مولانا محمد عبدالرشید صاحب ولایتی مدرس مدرسہ اکبریہ بریلی
۱۰-مولانا سید محمد نظیر الحسن صاحب مفتی جے پور
۱۱-مولانا محمد خلیل الرحمٰن صاحب پیلی بھیت
۱۲-مولانا محمد فضل مجید فاروقی بدایونی
۱۳-مولانا حکیم عبدالقیوم عثمانی بدایونی
۱۴-مولانا محمد عبداللطیف صاحب سورتی
۱۵-مولانا عبدالسلام صاحب جبلپوری
۱۶-قاضی محمد بشیر الدین صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ اٹاوہ
۱۷-مولانا حافظ بخش قادری آنولوی
۱۸-مولانا عبدالنعیم صاحب رائے بریلی
۱۹-مولانا عبدالحق صاحب مدرس جامع مسجد پیلی بھیت
۲۰-مولانا سید محمد غوث قادری بریلوی
۲۱-مولانا محمد سلطان احمد خاں برکاتی بریلوی
۲۲-مولانا ضیاء الدین صاحب بریلوی
۲۳-مولانا محمد حامد رضا خاں صاحب برکاتی بریلوی
۲۴-مولانا محمد خلیل اللہ خاں صاحب بریلوی
۲۵-مولانا محمد ابراہیم صاحب بریلوی

(دستور العمل مجلس علمائے اہل سنت و مطبع اہل سنت، ص:۸، مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی ۱۳۱۴ھ)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اپنے معاصرین کی نظر میں حافظ بخاری کا کیا مقام و مرتبہ تھا، اس مجلس علمائے اہل سنت نے احقاق حق اور ابطال باطل کا حق ادا کر دیا، ارباب ندوہ کو ہر چند راہ راست پر آنے کی دعوت دی، لیکن وہ حضرات اپنی روش بدلنے کو تیار نہ ہوئے، لیکن علمائے اہل سنت نے ہر طرح افہام و تفہیم کے ذریعے اپنا فرض ادا کر دیا اور عوام کو ارباب ندوہ کے فکری

اور عملی انحراف سے کما حقہ آگاہ کر دیا۔اس سلسلے میں ملک کے طول وعرض میں متعدد اجلاس منعقد کیے گئے ،اور بے شمار رسائل افہام وتفہیم اور ردوابطال کے لیے شائع ہوئے۔

ردروافض: ۱۲۹۳ھ میں حافظ بخاری ترک وطن کر کے قصبہ پھپھوند ضلع اٹاوہ (اب اوریا) میں منتقل ہو گئے ،اس وقت پھپھوند میں شیعیت اور رافضیت بہت زیادہ تھی، یہاں سنیوں میں کوئی اہل علم نہیں تھا،البتہ شیعہ حضرات میں بعض اہل علم موجود تھے،اگر سنی عوام کو کوئی مسئلہ شرعیہ معلوم کرنا ہوتا تو وہ بھی شیعہ علما کی طرف ہی رجوع کرتے ،لہٰذا جو سنی تھے بھی ان میں بھی آدھی شیعیت سما گئی تھی ،حافظ بخاری نے اس کو محسوس کیا اور جامع مسجد میں نماز سے پہلے خطاب کو معمول بنالیا، آپ کے جمعے کے خطاب کا زیادہ تر حصہ عقائد اہل سنت کے اثبات اور اہل تشیع کے عقائد وافکار کے ردوابطال پر مشتمل ہوتا،اس کا اثر یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ قصبے میں اہل سنت مضبوط ہونے لگے اور شیعیت دم توڑنے لگی۔

جب اہل تشیع نے یہ دیکھا کہ حافظ بخاری کے مواعظ سے رفتہ رفتہ ماحول بدل رہا ہے تو وہ آپ کی ایذا رسانی کے درپے ہو گئے ،حافظ بخاری نے پوری پامردی سے حالات کا مقابلہ کیا اور آپ کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی ،اسی درمیان محرم کا مہینہ آ گیا قصبے کے شیعوں نے اہل سنت کی تردید اور حافظ بخاری کے مقابلے کے لیے لکھنؤ سے مشہور شیعہ مجتہد مولوی عمار علی بھرتپوری کو مجالس محرم پڑھنے کے لیے مدعو کر دیا،جس رات مجتہد صاحب قصبے میں پہنچے اسی رات حافظ بخاری نے ان کی قیام گاہ کے قریب اپنے ایک مرید کے گھر محفل منعقد کروائی ،پورے قصبے میں اس محفل کی شہرت ہو گئی لہٰذا اس میں سیکڑوں افراد سامعین کی حیثیت سے جمع ہو گئے ،حافظ بخاری نے کامل ۶ر گھنٹے تقریر فرمائی اور روافض کے امہات مسائل اور اصول مذہب کا علمی اور مسکت رد فرمایا،مہمان مجتہد نے پڑوس میں بیٹھ کر پوری تقریر سنی ،اور اگلے روز بغیر مجلس پڑھے یہ کہہ کر روانہ ہو گئے کہ تم لوگ ان مولوی صاحب سے ہمارے مسلک کے خلاف کوئی تحریر لکھواؤ تو ہم اس کا جواب لکھیں گے ،چنانچہ اٹاوہ کے ایک شیعہ فدا حسین آپ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ متعہ کو حرام سمجھتے ہیں اس کے حرام ہونے پر ایک تحریر لکھ دیں ،حافظ بخاری نے اپنے ایک شاگرد میر یعقوب علی صاحب سے اس مسئلے پر

ایک تحریر لکھوا کر دے دی۔

اس تحریر کے جواب میں مولوی عمار علی بھرتپوری نے ''اثبات المتعہ'' کے نام سے رسالہ لکھا، اس کے جواب میں حافظ بخاری نے ایک تحقیقی کتاب ''ارغام الشیاطین فی تردید متعة الشیعین''، تحریر فرمائی، یہ کتاب بظاہر تو صرف مسئلہ متعہ کے اوپر ہے مگر اس تحقیق اور تفصیل سے لکھی گئی ہے کہ اس میں مسلک شیعہ کے تمام امہات المسائل، ان کی اہم کتب اور ان کے اہم مجتہد علما کے افکار وعقائد کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد شیعہ لاجواب ہو گئے، اور بڑی تعداد میں شیعان قصبہ آپ کے ہاتھ پر تائب ہوئے، آج اس قصبے میں ایک بھی شیعہ موجود نہیں ہے۔

☆☆☆

مقدمہ طبع اول

کتاب ''تہذیب الایمان'' مطبوعہ بریلی کا طغیان بیان واجب الاعلان ہے کہ اس کی شہرت باعث اضلال سفہا و جہال ہے، اگر چہ علما واہل حق کے نزدیک خود وہابیہ کا ظہور موجبِ ضلال ہے۔ اجمال اس حال کا یہ ہے کہ ابن تیمیہ نے جوئی بری باتیں دین میں نکال کر آپ کو موحّد اور متبع سنت اور تمام اہل اسلام کو مشرک و مبتدع ٹھہرایا اور اس جہت سے اس پر اہل سنت نے بہت نفرین و ملامت کی اور اس کا ردو ابطال قرارِ واقعی کیا، وہ مردود باتیں ابن قیم اس کے شاگرد کی کتاب ''اغاثة اللهفان ''میں موجود ہیں، پھر صدہا سال کے بعد جو وہابیہ کو نجد میں حوصلہ ملک گیری کا ہوا انہیں اقوال مردودہ کو اپنے دین جدید کا رکن واصل ''کتاب التوحید'' بنائی اور اپنے سوا سب کو مشرک ٹھہرا کر اہل سنت اور علمائے اہل سنت کے جان و مال کو مباح کیا اور بڑے بڑے فتنے برپا کیے اور نہبتِ خیر البلاد کا نام جہاد ٹھہرایا۔ علمائے عرب نے ان کا رد قرار واقعی کیا اور لشکر اسلام نے ان کا استیصال کیا۔ بعد چند سال کے ہندوستان میں مولوی محمد اسماعیل صاحب نے ''تقویت الایمان'' لکھ کر اس طریقے کو چمکایا اور بڑی آب و تاب دی۔ ہندوستان میں علمائے اہل سنت نے تحریراً و تقریراً ان کو ساکت و عاجز کیا اور ان سے کچھ جواب نہ بن آیا۔ بعد ان کے مرنے کے بھی مدتِ دراز تک کسی نے ان کی طرف سے جواب نہ دیا، بعد زمانۂ دراز کے ان کے اتباع میں سے جس نے سر اٹھایا اس کی سرکوبی ہوئی اور جو کچھ انہوں نے تحریر کیا علمائے اہل سنت نے سب کا رد کیا اور ان کو دروازے تک پہنچایا۔

اب ''تہذیب الایمان'' کے لکھنے والے نے اور لکھوانے والے نے یہ نئی تدبیر واسطے بہکانے عوام کے نکالی کہ ابن قیم کی کتاب کے خلاصے کا اردو ترجمہ لکھوا کر اور چھپوا کر مشہور کیا اور ان کی ذریت نے جاہلوں کو دکھلا کر کہنا شروع کیا کہ یہ باتیں اسماعیلیہ اور وہابیہ کی نہیں ہیں قدیمی باتیں ہیں۔ پانسو برس کی تصنیف کتاب میں لکھی ہیں اور حقیقت میں مولوی اسماعیل صاحب کو

خوار و ذلیل کیا، یعنی علمائے اہل سنت جو کہتے تھے کہ ابن تیمیہ کے اقوال مبتدعہ ومخترعہ مردودہ کہ اس وقت کے علمائے محققین ،مستندین ومعتمدین نے ان کا رد وابطال قرار واقعی کر دیا اور انہیں اقوال کو وہابیہ نے نجد میں اپنا دین ٹھہرایا اور علمائے عرب نے ان کا رد وابطال واقعی کیا وہی باتیں ''تقویت الایمان'' میں بھری ہیں اور اسماعیلیہ اس کے جواب میں جھجکتے تھے اور دائیں بائیں گریز کر جاتے تھے۔اس تہذیب الایمان میں اس کو ظاہر کر دیا کہ تیرہویں باب کی چند فصلوں میں وہ باتیں موجود ہیں۔ پانسو برس کے ہونے سے کیا ہوتا ہے؟ معتزلی، رافضی، خارجی توان سے صدہا سال پہلے سے ہوئے ہیں، جس وقت وہ نیا دین پیدا ہوا اس وقت اس کا ردوابطال ہو گیا، قدرت الٰہی اور اعجاز حضرت رسالت پناہی دیکھنا چاہیئے کہ مترجم صاحب نے اس کتاب کی تعریف کی اور جناب احدیت سے امیدوار ہوئے کہ اس کتاب کو ان کے اور ناشر صاحب کے واسطے باقیات صالحات سے کرے، باوجود اس کے چھٹے اور ساتویں باب میں اس کی برائی ہی لکھ دی کہ ''مؤلف کتاب نے اصحاب ظواہر کی راہ کو اختیار کی ہے اور بعض جا تقریر آزادانہ اور بے باکانہ کی ہے''، کیا نہیں جانتے کہ اصحاب ظواہر اہل سنت سے نہیں ہیں اور دین میں تقریر آزادانہ اور بے باکانہ کرنا کیسا ہے؟ یہ بڑا کام ائمہ دین کا ابن تیمیہ پر ہے، منتہی المقال میں جو تصنیف ہے ان کے استاذ اور استاذ الاستاذ کی مذکور ہے۔ فقط

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد وصلاۃ کے احقر طلبہ مدرسہ قادریہ سید عبدالصمد سہسوانی سنی مسلمان بھائیوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جناب مستطاب منشی محمد اظہار حسین صاحب سہسوانی نے نسخہ مطبوعہ ''تہذیب الایمان'' تصنیف اوحد زمن مولوی محمد احسن نانوتوی کہ حسب فرمائش جناب مستطاب مستغنی عن الالقاب منشی محمد جمال الدین صاحب بہادر مدار المہام سرکار بھوپال کے بریلی میں مطبوع ہوا، اس عاجز کو دکھلایا اور واسطے دریافت کرنے حال مصنف کے اصل کتاب ''اغاثۃ اللہفان'' کی تہذیب الایمان اس کے خلاصے کا ترجمہ قرار دیا گیا ہے اور یہی واسطہ دریافت کرنے کیفیت اس کتاب کی ارشاد کیا احقر کو، بعد تحقیق کے جو کچھ معلوم ہوا کہتا ہے۔

مخفی نہ رہے کہ مصنف اس کا ابن قیم ہے اور شاگرد اور متبع تقی الدین ابن تیمیہ کا ہے اور یہ دونوں شخص بڑے عالم صاحبِ تصانیف ہیں، لاحقین علمائے اہل سنت اپنے تصانیف میں ان کتابوں سے نقلیں لاتے ہیں، جیسے تفسیر کشاف علامہ جار اللہ زمخشری کی، باوجودے کہ اہل سنت سے نہیں ہے اور وہ کتاب بسبب اشتمال کے فنون ادبیہ اور وجوہ اعجاز قرآنیہ وغیرہ لطائف شریفہ اور دقائق لطیفہ پر بے مثال ہے، لاحقین علمائے اہل سنت اپنی تصانیف میں بہ کثرت اس کتاب سے نقلیں لاتے ہیں اور مصنف کو اچھی طرح یاد کرتے ہیں، اور اس کتاب میں جو امور مخالف اہل سنت اور موافق ہواو بدعت کے لاتے ہیں اور اپنے گمان میں ان کو دلیل و برہان سے ثابت کرتے ہیں اور کبرائے دین پر طنز اور طعن کرتے ہیں اگرچہ دوسری جگہ کسی قدر کچھ اس کے خلاف بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ خاصہ لازمہ ہے اہل ہوا کا، ثبات اور قیام ایک حال اور ایک مقال پر ان کو نہیں ہوتا اور کچھ ان دو بزرگ واروں پر موقوف نہیں، سب اس مذاق والوں کا خواہ اگلے خواہ پچھلے یہی حال ہے کہ جس وقت جیسا محل قرار یا موضع فرار مناسب سمجھا اختیار کیا، کبھی ان مسائل کی حقیقت کے اعتقاد کا اقرار اور اس پر اصرار اور ان کے جرح وقدح میں بحث وتکرار کبھی اپنے اعتقاد سے ان مسائل پر انکار اور محققین معاصرین ولاحقین علمائے اہل سنت سے جس کو ان دونوں کی بے راہی پر کماہی آگاہی حاصل ہوئی اور ان کی تحریر کو بغور وتأمل دیکھا ان کے امور مبتدعہ کا

اپنی تصانیف میں ردوابطال کیا، یہاں تک کہ بعضوں نے نوبت تفسیق وتکفیر تک پہنچائی اور جن کو آگاہی کماہی ان کی بے راہی پر حاصل نہ ہوئی اور تحریریں ان کی بغور وتأمل نہ دیکھیں اور علوشان ان کا کمال علم اور حسن بیان میں طبائع میں راسخ تھا، وہ لوگ متردد اور متوقف ہوئے اور کوئی ان میں سے مائل ہوا تاویل کی طرف کہ وہ تاویل ان کے اصل مدعا کو بگاڑ دیتی ہے، مگر جمہور محققین اور معتمدین نے ان مسائل مبتدعہ کی تسلیم وتصحیح نہیں کی، چنانچہ چند کلمات طیبات محققین علمائے اہل سنت کے مختصراً متعلق حال ومقال ابن تیمیہ اور اس کے اتباع کے لکھے جاتے ہیں۔

اول جب فتوے لکھے ہوئے تقی الدین ابن تیمیہ کے امام تقی الدین سبکی ☆ کے پاس پہنچے انہوں نے اس کے رفع اوہام کے واسطے کتاب " شِفَـاءُ السِّقَـامِ "تصنیف کی ☆☆ اور اس کے فتووں کا رد بلیغ اس میں لکھا اور کذب وبہتان ابن تیمیہ کا نقل وروایت میں اور غلطیاں فہم

☆علی بن عبدالکافی بن علی بن تمام بن یوسف بن موسیٰ انصاری، مصر میں ۶۸۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۵۶ھ میں وفات پائی۔ دمشق میں عہدۂ قضا پر فائز رہے، آپ کی تصانیف میں الابتهاج فی شرح المنهاج، الدرر النظیم فی تفسیر القرآن الكريم اور شفاء السقام فی زیارة خیرا لانام اہم ہیں۔ بعض اہل علم وتاریخ نے آپ کو ساتویں صدی کا مجدد قرار دیا ہے۔

☆☆شفاء السقام فی زیارة خیر الانام امام تقی الدین سبکی کی معرکہ آرا تصنیف ہے، یہ کتاب شیخ ابن تیمیہ کی تردید میں تصنیف کی گئی، اس کتاب کا ایک نام "شن الغارة علی من انکر سفر الزیارة" بھی ہے، امام سبکی نے کتاب کو دس ابواب پر ترتیب دیا ہے، ابواب کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

پہلا باب: زیارت روضہ رسول سے متعلق احادیث کے بیان میں۔ دوسرا باب: ان احادیث کے بیان میں جن میں لفظ زیارت کی صراحت تو نہیں ہے لیکن بالجملہ وہ زیارت ہی کے معنی پر دال ہیں۔ تیسرا باب: سفر زیارت سے متعلق احادیث۔ چوتھا باب: زیارت روضہ رسول کے استحباب پر علما کی عبارتیں۔ پانچواں باب: اس امر کے بیان میں کہ زیارت روضہ رسول ایک ایسی چیز ہے جس کے ذریعے تقرب حاصل کیا جائے۔ چھٹا باب: سفر زیارت بھی قربات میں سے ہے۔ ساتواں باب: مخالفین کے شبہات کا رد۔ آٹھواں باب: توسل اور استغاثہ کے بیان میں۔ نواں باب: حیات انبیا علیہم السلام کے بیان میں۔ دسواں باب: شفاعت کے بیان میں۔

کتاب علمی وتحقیقی اعتبار سے امام سبکی کے مرتبہ ومقام کے شایان شان ہے۔ اسی لیے اکابر علما، فقہا اور ائمہ نے اس کتاب پر اعتماد کرتے ہوئے وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کے شاگرد محمد بن عبدالہادی المقدسی (ولادت: ۷۰۴ھ۔ وفات: ۷۴۴ھ) نے شفاء السقام کے رد اور اپنے استاذ شیخ ابن تیمیہ کے دفاع میں الصارم المنكي فی الرد علی السبكي تصنیف کی۔ ابن عبدالہادی اپنی اس تردیدی کتاب میں علمی مواد، طرز استدلال اور انداز بیان تینوں کو معیاری بنانے میں کامیاب نہیں ہوئے۔

ودرایت میں ہر طرح کی ثابت کیں اور وہ کتاب مشہور ہے۔ چند مقولے اس کے مذکور ہوتے ہیں، اسی کتاب میں ہے: (۱)

جاننا چاہیے کہ رب بے نیاز کی بارگاہ میں رسول اکرم ﷺ کو وسیلہ بنانا ان سے مدد اور شفاعت طلب کرنا جائز اور مستحسن عمل ہے۔ ہر دین دار شخص کے لیے ان امور کا جائز و مستحسن ہونا بدیہی امر ہے۔ جو انبیا کرام کے فعل، سلف صالحین کی سیرت، علمائے کرام نیز تعلیم یافتہ عوام سے ثابت ہے۔ کسی مذہب والے نے اس کا انکار نہیں کیا اور نہ ہی کسی زمانے میں اس کی برائی سنی گئی یہاں تک کہ ابن تیمیہ آیا اور اس نے ان امور کے متعلق ایسا کلام کیا جس نے ضعیف الاعتقاد لوگوں کو دھوکے میں مبتلا کر دیا اور اس نے ایسی نئی باتیں ایجاد کیں جو کسی زمانے میں نہیں کہی گئیں تھیں، نیز ابن تیمیہ نے اس حکایت پر طعن کیا جو امام مالک علیہ الرحمہ سے منقول ہے (جس کا ذکر ماقبل میں گزر چکا) جس میں ہے کہ امام مالک نے ابوجعفر منصور سے فرمایا کہ ''نبی اکرم ﷺ سے شفاعت طلب کر'' ہم اس حکایت کی صحت بیان کر چکے ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں استعانت و شفاعت کی بحث کو اس لیے داخل کیا کیوں کہ ابن تیمیہ نے زیارت روضۂ رسول کے انکار کے ساتھ، ان امور کا بھی انکار کیا۔ ابن تیمیہ کے اس موقف کے بطلان کے لیے تجھے اتنا ہی کافی ہے کہ اس نے ایسی بات کہی کہ اس سے پہلے کسی عالم نے نہیں فرمائی، اس قول کے سبب وہ اہل اسلام میں بدنام ہو گیا۔ (شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام: ص:۱۱۹،۱۲۰)

اقسام زیارت شریف میں لکھا ہے: (۲)

زیارت کی دوسری قسم یہ ہے کہ زائر صاحبِ قبر سے برکت حاصل کرے اور قبر کے پاس دعا کرے۔ ابن تیمیہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ زیارت مذکورہ کو تیسری قسم (زیارت بدعی) میں داخل کرتے ہیں حالانکہ اس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، اس سلسلے میں ہم قطعی طور پر ان کے کلام کو باطل سمجھتے ہیں، اس

لیے کہ دین اور سلف صالحین کے طرز عمل سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ بعض نیک وفات یافتہ لوگوں سے برکت حاصل کرنا درست ہے تو پھر انبیا و مرسلین سے برکت حاصل کیوں نہیں کی جا سکتی؟ (ان سے برکت حاصل کرنا بدرجہ اولیٰ جائز و مستحسن ہے) اور جس نے یہ دعویٰ کیا کہ انبیائے کرام اور عام مسلمانوں کی قبریں یکساں درجہ رکھتی ہیں تو وہ شخص بڑی خطا کا مرتکب ہوا، اس موقف میں ہم ایسے شخص کو خطا کار اور اس کے دعوے کو حتمی طور پر باطل جانتے ہیں کیوں کہ اس دعوے میں نبی کریم ﷺ کے درجے کو گھٹا کر ایک عام مسلمان کے برابر کرنا ہے اور یہ یقینی طور پر کفر ہے، اس لیے کہ جس نے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واجبی مرتبے کو گھٹایا اس نے کفر کیا۔ (شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام: ص:۹۶)

علامہ خفاجی ☆ نے شرح شفائے قاضی عیاض میں حدیث شریف **اللھم لا تجعل قبری وثناً یعبد بعدی** (ترجمہ حدیث: اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی عبادت کی جائے) کے ذیل میں لکھا ہے: (۳)

جاننا چاہیے کہ یہی وہ حدیث ہے جس کی بنیاد پر ابن تیمیہ اور اس کے متبعین مثلاً ابن قیم وغیرہ نے ایک نہایت گندی بات کہی جس کی وجہ سے علما نے ان کی تکفیر کی اور امام سبکی نے اس سلسلے میں ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی اور وہ (گندی بات) ابن تیمیہ وغیرہ کا نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت اور اس کی طرف بالقصد سفر کرنے کو منع کرنا ہے، حالانکہ زیارت قبر نبی ﷺ ایسی چیز ہے کہ جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ مہبط وحی رسول کریم ﷺ کا حق ہے کہ ان کی زیارت کے لیے سفر کیا جائے اور اسی امیدگاہ کی طرف آرزو کی انتہا ہوتی ہے۔ ابن تیمیہ نے گمان کیا کہ انہوں نے اپنی ان خرافات کے ذریعے توحید کا

☆ احمد بن محمد بن عمر الخفاجی، ۹۷۷ھ میں مصر میں پیدا ہوئے، ۱۰۶۹ھ میں وفات پائی، صاحب تصانیف کثیرہ ہیں، آپ کی تصانیف میں نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض، شرح درۃ الغواص، ریحانۃ الالبا، زھرۃ الحیاۃ الدنیا قابل ذکر ہیں۔

تحفظ کیا ہے حالانکہ ان کی وہ خرافات ایسی ہیں کہ جن کا ذکر تک کرنا مناسب نہیں ہے، اس لیے کہ اس قسم کی باتیں کسی عقل مند سے بھی صادر نہیں ہوسکتیں چہ جائے کہ (علوم اسلامیہ کے) ایک فاضل سے۔ (**نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض**: ج:۵/ص:۱۰۰،۱۰۱)

اور ذیل حدیث شریف **لا تجعلوا قبری عیداً** (میری قبر کو عید گاہ نہ بناؤ) میں لکھا ہے: (۴)

حدیث **لا تجعلوا قبری عیدا** میں ابن تیمیہ کے موقف کی کوئی حجت و دلیل نہیں کیوں کہ اس کے قول کے برخلاف امت مسلمہ کا اجماع اس بات کا متقاضی ہے کہ حدیث کی توضیح و تفسیر وہ نہیں ہے جو ابن تیمیہ اور اس کے متبعین سمجھے ان کا موقف محض شیطانی وسوسہ ہے۔ (مرجع سابق: ص ۱۳۳)

علامہ ابن حجر مکی ☆ نے ''الجوہر المنظم'' میں لکھا ہے: (۵)

ترجمہ: اگر آپ کہیں کہ آپ نے کیسے کہہ دیا کہ زیارت اور اس کے سفر وغیرہ کے جواز پر اجماع ہے حالانکہ متاخرین حنابلہ میں سے ابن تیمیہ ان تمام چیزوں کے جواز کے منکر ہیں۔ جیسا کہ خود امام سبکی نے ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے اور ابن تیمیہ نے اس امر پر دلیل لانے میں بڑا طویل کلام کیا ہے، جو سماعت پر گراں اور طبیعت کو متنفر کرنے والا ہے، بلکہ ابن تیمیہ نے یہ گمان کیا کہ سفر زیارت اجماعی طور پر حرام ہے اور سفر زیارت پر جانے والا اس سفر کے دوران نماز قصر نہیں کرے گا (کیوں کہ یہ سفر معصیت ہے) اور (ابن تیمیہ نے یہ بھی کہا کہ) اس سلسلے میں جتنی احادیث وارد ہیں سب موضوع ہیں، ان کے بعد آنے والے ان کے اہل مذہب نے (اس معاملے میں) ان کی اتباع کی۔

اس کے جواب میں مَیں کہوں گا کہ ابن تیمیہ کون ہیں؟ کہ ان کی طرف التفات

☆ احمد بن محمد بن محمد بن علی بن محمد بن علی ابن حجر مصر میں ۹۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور مکہ میں ۹۷۳ھ میں وفات پائی، شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی سے امتیاز کے لیے آپ کے نام کے ساتھ کبھی مکی کبھی الهیتمی، اور کبھی الهیثمی لگایا جاتا ہے۔ آپ کی تصانیف میں تحفة المنهاج لشرح المنهاج، الصواعق المحرقة لاخوان الابتداع والضلال والزندقة، تحرير المقال، الفتاوىٰ الحديثة اور الجوهر المنظم فی زيارة قبر النبی المكرم وغیرہ اہمیت رکھتی ہیں۔

کیا جائے؟ اور دین کے معاملات میں ان پر اعتماد کیا جائے؟ (جیسا کہ ائمہ کی ایک جماعت نے فرمایا جس نے ابن تیمیہ کے فاسد اقوال اور کمزور دلیلوں کا تعاقب کیا یہاں تک کہ اس کے عیوب اور اس کے اوہام اور غلطیوں کی قباحتوں کو ظاہر کر دیا۔ مثلاً عز بن جماعۃ وغیرہ) کہ ابن تیمیہ ایک ایسا شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے اور اس کو ذلت اور رسوائی کا لباس پہنا دیا ہے، کذب وافترا اس کے لیے مقدر کر دیا ہے جس کے بعد اہانت اس کا نصیب ہے اور محرومی کو اس کے اوپر مسلط کر دیا ہے۔ شیخ الاسلام عالم انام جن کی جلالت شان مرتبۂ اجتہاد اور صلاح و امامت پر اجماع ہے یعنی امام تقی الدین سبکی انہوں نے ایک مستقل کتاب لکھ کر ابن تیمیہ کا رد فرمایا جس میں بہترین افادہ اور حق وصواب کو ظاہر کیا اور اپنی روشن دلیلوں سے حق وصواب کا راستہ واضح کر دیا، اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کی جزا عطا فرمائے اور ان پر اپنی رحمتوں کا سایہ فرمائے۔ (الجوھر المنظم: ص:۲۷،۲۸)

[علامہ احمد بن حجر ہیتمی الجوہر المنظم میں آگے لکھتے ہیں کہ:] (۶)

ابن تیمیہ سے جو کچھ سرزد ہوا ہے وہ ایسی لغزش ہے جو قابل معافی نہیں اور ایسی مصیبت ہے کہ جس کی نحوست اس پر ہمیشہ ہمیش رہے گی، اس خطا کا صادر ہونا عجیب تر نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہوائے نفس اور شیطان نے اس کو گمراہ کر دیا، اس نے ائمہ مجتہدین کے ساتھ جرأت و جسارت کی اور کیسا دھوکا دیا کہ نہایت قبیح عیوب لے کر آیا کہ جب اس نے بہت سے مسائل میں ان کے اجماع کی مخالفت کی اور کمزور اعتراضات کے ذریعے ائمہ مجتہدین بالخصوص خلفائے راشدین کی اصلاح کرنے کا دعویٰ کیا اور ان خرافات کے راستے سے ایسی ایسی چیزیں لے کر آیا جن کو کان سننا گوارا نہ کریں اور ان سے طبیعتیں متنفر ہوں، یہاں تک کہ بارگاہِ الٰہی تک تجاوز کر گیا، وہ ذات جو نقص وعیب سے پاک ہے اور تمام کمالات کی مستحق ہے اس کی جانب (ابن تیمیہ نے) بڑی بڑی باتیں

منسوب کر دیں اور اس کے پردۂ عظمت و کبریائی میں شگاف ڈالنا چاہا، ان باتوں کے ذریعے جو اس نے برسرِ منبر عوام کے سامنے ظاہر کیں مثلاً اللہ تعالیٰ کے لیے جہت اور جسم کا دعویٰ کرنا وغیرہ اور متقدمین ومتاخرین میں سے جو شخص اس کا (یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے جہت و جسمیت کا) اعتقاد نہ رکھتا ہو اس کو گمراہ قرار دیا۔ یہاں تک کہ اسی کے زمانے کے علما اس کے مقابلے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور بادشاہ کو مجبور کر دیا کہ ابن تیمیہ کو قتل کروائے یا قید کروائے تو بادشاہ نے اس کو قید کروا دیا، یہاں تک کہ (قید خانے ہی میں) اس کی موت واقع ہوگئی۔ اس طرح بدعت (کی یہ آگ) ٹھنڈی پڑی اور یہ تاریکی دور ہوئی۔ پھر اس کے بعد اس کے بعض پیروکاروں نے اس کی حمایت و نصرت شروع کی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا سر بلند نہیں ہونے دیا اور ان کی عظمت و طاقت ظاہر نہ ہوسکی، بلکہ ان کے اوپر ذلت و رسوائی مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہوئے یہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا بدلہ ہے۔ (مرجع سابق: ص ۲۹/۳۰)

محقق دوانی ☆ نے شرح عقائد میں لکھا ہے: (۷)

ابوالعباس احمد ابن تیمیہ اور ان کے اصحاب (باری تعالیٰ کے لیے) جہت کو ثابت کرنے میں زیادہ میلان رکھتے ہیں، نفی جہت کے تعلق سے انہوں نے جرح وقدح میں مبالغے سے کام لیا ہے، مَیں نے ابن تیمیہ کی بعض تصانیف میں دیکھا کہ (ابن تیمیہ نے لکھا) بدیہی طور پر ان دونوں باتوں میں کوئی فرق نہیں کہ یہ کہا جائے کہ اللہ معدوم ہے یا یہ کہا جائے کہ مَیں نے اسے ہر جگہ تلاش کیا لیکن اسے نہیں پایا۔ ابن تیمیہ نے جہت کی نفی کرنے والوں کو گمراہ قرار دیا

☆ محمد بن اسعد جلال الدین دوانی، ملال جلال اور محقق دوانی کے لقب سے مشہور ہیں، علوم عقلیہ اور علم کلام وعقائد پر خاص نظر رکھتے تھے، حواشی شرح تجرید قوشجی، حواشی شرح مطالع، شرح عقائد عضدیہ، شرح ہیاکل النور اور شرح تہذیب وغیرہ مشہور تصانیف ہیں۔ ۹۱۸ھ میں وفات پائی۔

حالانکہ وہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں بڑا مرتبہ رکھتا تھا۔

علامہ نابلسی ☆ نے ”المطالب الوفية“ میں بحث ابطال قول فنائے نار میں لکھا ہے: (۸)

ابن قیم نے اپنے شیخ ابن تیمیہ کی طرح اس قول کی تائید کی لیکن یہ متروک مذہب ہے اور یہ قول مہجور ہے، اس کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی اور نہ اس پر اعتماد کیا جائے گا۔ (المطالب الوفیہ)

ملاعبد العلی بحر العلوم ☆☆ نے ”ارکان اربعہ“ میں لکھا ہے: (۹)

جاننا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کی زیارت ہمارے مشائخ کرام، شافعی، مالکی اور جمہور حنابلہ کے نزدیک متفقہ طور پر اعظم مندوبات اور منبع برکات میں سے ہے، شرح مختار میں ہے کہ جو شخص زیارت کی استطاعت رکھتا ہو اس کے لیے تو یہ قریب الواجب ہے۔ اس بات کی تصدیق کے بعد کہ آپ ﷺ رسولوں میں سب سے افضل ہیں اس (زیارت قبر انور) کے حکم میں مزید کسی دلیل کی حاجت نہیں ہے۔ جس نے بھی اس کا انکار کیا جیسا کہ ابن تیمیہ اور ان کے متبعین کی طرف سے منقول ہے تو اس نے سفاہت سے کام لیا اور واضح اسلامی احکام کا انکار کیا، عظیم برکتوں کے حصول کے

☆ عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی بن اسماعیل النابلسی الدمشقی ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۱ء میں ولادت ہوئی، ۱۱۴۳ھ/ ۱۷۳۱ء میں وفات پائی، متبحر عالم، صاحب دل صوفی، عارف باللہ اور صاحب تصانیف کثیرہ تھے، مختلف علوم وفنون میں ۶۵/ سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں الاسرار فی منع الاشرار، اطلاق الوجود علی الحق المعبود، انوار السلوك فی اسرار الملوك، الجواب التام عن حقيقة الكلام، الكوكب المتلالی، المطالب الوفية بشرح الفوائد السنية اور الحديقة الندية مشہور ہیں۔

☆☆ عبد العلی ابن ملا نظام الدین ابن ملا قطب الدین شہید انصاری فرنگی محلی بحر العلوم کے لقب سے معروف ہیں، تاریخ ولادت معلوم نہ ہو سکی، ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء میں وفات پائی، برصغیر ہندو پاک میں معقولات کے اکثر علمی سلسلے آپ کی درس گاہ پر منتہی ہوتے ہیں، حضرت عاشق الرسول مولانا عبد القدیر قادری بدایونی اپنے ایک مکتوب بنام پروفیسر ضیا احمد صدیقی میں فرماتے ہیں: ”ہندستانی علما کا تذکرہ ہو تو حضرت بحر العلوم عبد العلی فرنگی محلی کے ذکر کے بغیر یہ تذکرہ نا تمام رہتا ہے،“ (تحقیق وتفہیم از مولانا اسید الحق قادری، ص ۲۱۳) آپ کی تصانیف میں ارکان اربعہ، حواشی زواہد ثلاثہ، فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، شرح مثنوی مولانا روم اور شرح فقہ اکبر وغیرہ معروف ہیں۔

راستے کو بند کر دیا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کی زیارت فرائض کے بعد ان امور میں سب سے عظیم ہے جن کے ذریعے تقرب الی اللہ حاصل کیا جاتا ہے، یہ کہنا کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں، یہ بڑی جہالت اور ایک بڑی خیر سے محرومی ہے اور یہ اس شخص کا قول ہوسکتا ہے کہ جس کے پاس نہ عقل ہے نہ ادب، اس قسم کے اقوال اس قابل بھی نہیں ہیں کہ ان کا تصور بھی کیا جائے چہ جائے کہ ان کو زبان سے ادا کیا جائے (زیارت قبر رسول کی حرمت پر) حدیث لاتشد الرحال سے ان کا دلیل لانا یہ خود دلیل دینے والے کی جہالت کی دلیل ہے، اس لیے کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ نماز پڑھنے کے ارادے سے ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کے سفر کا قصد نہ کیا جائے۔ (رسائل الارکان: ص: ۲۷۸)

رسالہ مکاتیب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب میں (جس کو مولوی حاجی رفیع الدین خاں صاحب مرادآبادی نے جمع کیا ہے) لکھا ہے:

منہاج السنّۃ وغیرہ کتب میں بعض مقامات پر ابن تیمیہ کا کلام وحشت ناک ہے خاص طور پر ابن تیمیہ نے اہل بیت کرام کی شان کو گھٹانے، زیارت قبر رسول ﷺ کو منع کرنے، غوث وقطب اور ابدال کا انکار کرنے اور صوفیہ کرام کی تذلیل وتحقیر میں۔ اور ان مقامات کی نقول میرے پاس موجود ہیں، اس کے زمانے میں ہی شام ومغرب اور مصر کے بڑے بڑے علما نے اس کے کلام کا رد بلیغ کیا، پھر اس کے شاگرد رشید ابن قیم نے استاذ کے کلام کی توجیہ میں مبالغہ آرائی کی، لیکن علمائے کرام نے اس توجیہ کو قبول نہیں فرمایا یہاں تک کہ مخدوم معین الدین سندی نے میرے والد کے زمانے میں اس کے رد میں ایک رسالہ لکھا، جب ابن تیمیہ کا کلام علمائے اہل سنت کے نزدیک مردود ٹھہرا تو ان پاک ہستیوں (اہل بیت کرام، غوث وقطب و ابدال، حضرات صوفیہ کرام) کی ذوات مطعون نہیں قرار پائیں۔ (۱۰)

کتاب کشف الظنون ☆ کے نسخے مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۱۵/ جلد اول، حرف صاد میں لکھا ہے: (۱۱)

ترجمہ: ''**الصراط المستقیم فی الرد علی اہل الجحیم**'' ابن تیمیہ حنبلی کی کتاب ہے، اس میں کچھ ایسی باتیں ہیں جن کا ذکر کرنا بھی مناسب نہیں مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس کی تکفیر جیسا کہ اسے حصنی نے اپنی کتاب میں رد کرنے کے لیے نقل کیا ہے۔ (کشف الظنون: ج ۲/ص ۱۰۷۸)

اسی کتاب کے صفحہ ۳۵۴/ جلد دوم حرف میم حال منہاج السنہ میں لکھا ہے: (۱۲)

ترجمہ: اس کتاب کو (ابن تیمیہ نے) منہاج الکرامت کے رد میں تالیف کیا ہے، تقی الدین سبکی فرماتے ہیں کہ مَیں نے اس کتاب کو دیکھا اس میں (منہاج الکرامت کا) بہترین رد کیا ہے، مگر (ابن تیمیہ نے) صراحت کی ہے ایسے حوادث پر اعتقاد رکھنے کی جن کی ابتدا نہیں اور وہ قائم بذات اللہ تعالیٰ ہیں۔ (مرجع سابق: ج ۲/ص ۱۸۷۲)

امام یافعی ☆☆ نے ''مرأۃ الجنان'' میں حال ابن تیمیہ میں فرمایا ہے: (۱۳)

ترجمہ: ابن تیمیہ نے کچھ عجیب وغریب مسائل بیان کیے، جن پر نکیر کی گئی ہے (یہ مسائل جمہور علمائے اہل سنت کے خلاف ہیں) اور ان مسائل میں مذہب اہل سنت و جماعت کی مخالفت کی وجہ سے ابن تیمیہ کو قید کیا گیا۔ ان مسائل میں سب سے قبیح بات یہ تھی کہ انہوں نے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ مبارکہ کی زیارت سے منع کیا، حجۃ الاسلام امام غزالی، امام ابوالقاسم قشیری، شیخ

☆ یہ حاجی خلیفہ کی تصنیف ہے، حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ حاجی خلیفہ یا کاتب چلپی کے نام سے علمی حلقوں میں مشہور ہیں، ۱۰۱۷ھ/ ۱۶۰۸ء میں استنبول (ترکی) میں ولادت ہوئی، اسی شہر میں ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۶ء میں وفات پائی۔ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون حاجی خلیفہ کی ایک شاہکار تصنیف ہے، یہ کتاب ۳۰۰ علوم کی تعریف، پندرہ ہزار کتب کے تعارف اور نو ہزار پانچ سو مصنفین کے تذکرے پر مشتمل ہے، کشف الظنون کے تفصیلی تعارف کے لیے مولانا اسیدالحق قادری کا مضمون ''کشف الظنون ایک تحقیقی مطالعہ'' مشمولہ تحقیق و تفہیم: از ص ۲۷/ تا ص ۸۳/ ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆ عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان بن فلاح الیافعی، ولادت ۷۰۰ھ میں ہوئی، ۷۶۸ھ میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی، آپ کی تصانیف میں مرأۃ الجنان وعبرۃ الیقظان، روض الریاحین فی حکایات الصالحین وغیرہ معروف ہیں۔

ابوالحسن شاذلی جیسے اولیائے عظام وصوفیہ کرام پر طعن وتشنیع کی، اسی طرح فقہی مسائل طلاق وغیرہ اور عقیدے کے مسائل باری تعالیٰ کے لیے جہت وغیرہ کے اثبات میں ابن تیمیہ سے اقوال باطلہ منقول ہیں، جو اس کے مذہب میں معروف ہیں۔ (مرأۃ الجنان: ج۴/ص۲۷۸)

مولوی مفتی صدرالدین خان صاحب ☆ مترجم صاحب کے استاذ اور مولوی مملوک علی صاحب مترجم کے استاذ نے ''منتہی المقال'' ☆☆ میں لکھا ہے: (۱۴)

ترجمہ: بندۂ ضعیف (مفتی صدرالدین دہلوی آزردہ) کہتا ہے کہ اس مسئلے پر ابن تیمیہ نے ایسا کلام کیا ہے جس کو اس کے اصحاب صبح وشام ورد کرتے ہیں، جسے امت مسلمہ کے علما میں سے کسی کی زبانی نہیں سنا گیا، بلکہ انہوں نے اس کے قائل کے حق میں کہا کہ تو بہت بری بات لے کر آیا۔ ابن تیمیہ نے اسی مقام پر ایسے کلمات کہے ہیں کہ جن کو بطور نقل بھی زبان پر لانا مناسب نہیں، لیکن اس کی تصنیف ''صراط مستقیم'' اور دیگر تصنیفات ہندوستان اور بیرون ہند کے

☆ مفتی صدرالدین آزردہ دہلی میں ۱۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے، علوم نقلیہ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی اور شاہ اسحاق دہلوی سے حاصل کیے اور علوم عقلیہ کی تحصیل مولانا فضل امام خیرآبادی سے کی، انگریزی حکومت کی طرف سے دہلی میں صدرالصدور مقرر ہوئے، سنہ ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۷ء میں فتویٔ جہاد کی بنا پر قید کیے گئے اور جائداد ضبط ہوگئی، ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء میں وفات پائی۔ آپ کی تصنیف کردہ کتابوں میں رسالہ منتہی المقال اور الدر المنضود فی حکم مرأۃ المفقود مشہور ہیں۔

☆☆ رسالہ منتھی المقال فی شرح حدیث لا تشد الرحال ۱۲۶۴ھ میں تالیف کیا گیا، جو اسی سال شائع ہو کر منظر عام پر آیا۔ رسالے پر استاذ مطلق علامہ فضل حق خیرآبادی اور مفتی سعداللہ مرادآبادی نے تقریظات تحریر فرمائیں، دوسری مرتبہ یہ رسالہ مطبع شرف المطابع دہلی سے ۱۲۶۸ھ میں شائع ہوا، پھر ۱۴۲/سال بعد مولانا سید شاہ حسین گردیزی چشتی نے اس کا اردو ترجمہ کیا اور مصلح الدین پبلی کیشنز لاہور نے ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء میں اس کو شائع کیا۔ منتہی المقال اپنے موضوع پر ایک تحقیقی اور جامع کتاب ہے، اس سے مسئلہ زیارت کی تحقیق ووضاحت احسن طریقے سے ہوتی ہے۔ منتہی المقال کی پہلی اشاعت کے بعد کسی صاحب نے اس کے مباحث کے سلسلے میں سات سوالات لکھ کر سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی کی خدمت میں بھیجے۔ ان سوالات کے جواب میں آپ نے رسالہ ''اکمال فی بحث شدالرحال'' تصنیف فرمایا، یہ رسالے کا تاریخی نام ہے جس سے اس کا سنہ تالیف ۱۲۶۶ھ برآمد ہوتا ہے۔ یہ رسالہ فارسی میں ہے، اور پہلی بار ۱۲۶۶ھ میں مطبع الٰہی سے شائع ہوا تھا۔ اشاعت اول کے ۱۶۴/سال بعد نبیرۂ مصنف مولانا اسیدالحق قادری بدایونی نے اس کا اردو ترجمہ کیا جو تاج الفحول اکیڈمی بدایوں سے ''زیارت روضۂ رسول'' کے نام سے ۲۰۰۹ء میں شایع ہوا۔

بڑے بڑے شہروں میں پھیل چکی ہیں۔ابن تیمیہ کے متبعین کا نہایت ہی قلیل گروہ اِن بے ہودہ کلمات کی اشاعت وترویج میں لگا ہوا ہے اور موقع پا کر عوام کالانعام کو جادۂ حق سے ہٹا کر گمراہی وضلالت کے دلدل میں پھینک رہا ہے، لہٰذا عوام کے عقائد کو گمراہی سے بچانے کے لیے ابن تیمیہ کے بعض حالات لکھنا ازبس ضروری ہیں۔

امام محمد برلسی اپنی کتاب ''اتحاف اهل العرفان برؤية الانبياء والملائكة والجان ''میں رقم طراز ہیں کہ ابن تیمیہ نے بڑی جسارت و جرأت کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کہ رسولِ اکرم ﷺ کی قبرانور کی جانب زیارت کے ارادے سے سفر کرنا حرام ہے اور اگر بہ قصد زیارت کسی نے سفر کیا تو سفر معصیت کی بنا پر اس سفر میں نماز قصر نہیں کرے گا اور ابن تیمیہ نے اس مسئلے میں وہ زبان درازی کی کہ جس کے سننے سے کان عاجز اور طبیعتیں متنفر ہوتی ہیں اور اتنے ہی پر اس نے اکتفا نہیں کیا بلکہ اللہ رب العزت کی ذات (جو ہر کمال کی مستحق ہے) پر انگشت نمائی کی اور اس کی چادر کبریائی کو تار تار کرنا چاہا اور اس نے باری تعالیٰ کے لیے جہت وجسم ثابت کیا، جو حق اللہ تعالیٰ کی عظمت وکمال کے منافی ہے اور جن علما نے جہت وجسم کا انکار کیا انہیں ابن تیمیہ نے گمراہ اور گنہگار قرار دیا۔اس نے ان مسائل کو منبروں پر بیان کیا اور اکابر واصاغر کے درمیان ان کی اشاعت وترویج کی۔بے شمار مسائل میں اس نے ائمہ مجتہدین کی مخالفت کی، نیز خلفائے راشدین پر انتہائی سطحی اور گھٹیا اعتراضات کیے، جن کے سبب وہ علمائے امت کی نگاہوں سے گر گیا۔علما میں ہی نہیں بلکہ عوام الناس کی نظروں میں وہ ذلیل وخوار ہو گیا۔علمائے امت نے اس کے فاسد عقائد کا تعاقب کیا اور اس کے کمزور اور سطحی دلائل کا رد بلیغ کیا نیز اس کی کوتاہیوں کے عیب اور اس کے اوہام کی خرابیاں لوگوں کے سامنے ظاہر کیں۔

(منتہی المقال فی شرح حدیث لاتشد الرحال:ص:۲۵،۲۶،۲۷)

[صاحب منتہی المقال آگے لکھتے ہیں:] (۱۵)
ترجمہ: محقق احمد بن حجر ہیثمی ابن تیمیہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ کون ہے؟ کہ اس کی طرف التفات کیا جائے اور دین کے معاملات میں اس پر اعتماد کیا جائے، اللہ نے ابن تیمیہ پر اس شخص کو مقرر فرمایا جس کی علمی شان اور جلالت، نیز صلاح و دیانت مسلم و متفق علیہ ہے یعنی محقق، مجتہد امام تقی الدین سبکی (قدس الله روحه و نور ضريحه) ہیں جنہوں نے ابن تیمیہ کے رد میں وہ کتاب لکھی کہ جو دلوں کی تختیوں پر آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور وہ اکسیر سے خریدے جانے کی مستحق ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں وہ واضح دلائل و براہین پیش کیے جن سے دلوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ اللہ انہیں اسلام کی جانب سے جزائے خیر عطا کرے اور ہر برائی کو ان سے دور فرمائے۔
شیخ احمد قسطلانی فرماتے ہیں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور کی زیارت کے مسئلے میں ابن تیمیہ سے عجیب و غریب کلام منقول ہے کہ وہ زیارت نبی کریم سے منع کرتا ہے اس ممانعت کی وجہ خلوصِ نیت نہیں بلکہ اس کا برعکس ہے تقی الدین سبکی نے **شفاء السقام** میں ابن تیمیہ کا رد بلیغ کیا جس سے یقیناً مسلمانوں کے دلوں کو شفا حاصل ہوئی۔
شیخ محمد شامی باب "**الدليل على مشروعية السفر وشد الرحال لزيارة سيدنا رسول الله** ﷺ" میں اس شخص کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں جو یہ گمان کرتا ہے کہ قبر نبی کی طرف سفر کرنا گناہ و معصیت ہے اور یہ بات ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی قبر کی زیارت پر اجماع ہے اور **لا تشد الرحال الا الى ثلثة مساجد** اس اجماع پر دلیل و حجت ہے کیوں کہ علمائے کرام کے نزدیک اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اگر کسی نے نذر مانی کہ ان مسجدوں میں سے کسی مسجد میں نماز ادا کرے گا تو اس کو اپنی نذر پوری کرنا لازم ہے، مگر کسی اور مسجد کے بارے میں یہ حکم نہیں ہے۔

سبحان اللہ! کیا رسول اکرم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے ارادے سے سفر کرنا گناہ ہے؟ جس نے یہ بات کہی اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جرأت دکھائی اور اس کا یہ کلام توہین رسول اور بے ادبی پر مشتمل ہے۔ دنیاوی اغراض مثلاً تجارت وغیرہ کے لیے سفر اور شد رحال کے جواز میں تم کسی عالم کا اختلاف نہیں پاؤ گے، جب یہ سفر جائز ہے تو قبر نبوی کی زیارت کے لیے سفر بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ کیوں کہ یہ اخروی اغراض و مقاصد میں سب سے عظیم مقصد ہے اور اصلاً اس کا تعلق امر آخرت سے ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ کسی عالم نے اخروی غرض کے لیے سفر اور شد رحال کے جواز میں اختلاف کیا ہو مثلاً مخلوقات الٰہیہ، قدرت کی کاریگری کے آثار، اس کی بادشاہت کے عجائبات نیز اس کی نو ایجاد اشیا کو بہ نظر عبرت دیکھنے کے لیے سفر کرنا، ان سفروں کے جواز پر قرآن کریم کی بے شمار آیتیں دلالت کر رہی ہیں، اس مسئلے میں شیخ تقی الدین سبکی، شیخ کمال الدین زملکانی، شیخ داؤد ابو سلیمان صاحبِ کتاب الانتصار، ابن جملہ وغیرہ ائمہ کرام نے کتابیں تصنیف کیں اور ابن تیمیہ کا رد بلیغ کیا، حقیقتاً ابن تیمیہ اس مسئلے میں اتنی قبیح و منکر بات لایا ہے جس کی گندگی و غلاظت سمندروں کا پانی بھی نہیں دھو سکتا۔ (مرجع سابق: ۲۷، ۲۸)

اور بعد اس کے بطلان قول ابن تیمیہ کا قسطلانی شرح صحیح بخاری اور **بغیة المرتاح الی طلب الارواح** ☆ سے نقل کر کے لکھا ہے: (۱۶)

تاریخ علامہ بکری و تاریخ نویری جیسی معتبر کتابوں میں ابن تیمیہ کے مختصر حالات کچھ اس طرح رقم ہیں کہ جب ابن تیمیہ کی زبان درازی حد سے بڑھ گئی اور اس نے اللہ تعالیٰ کی صفات جمالیہ اور جلالیہ میں کلام کیا اور اس کی بے ہودہ گفتگو مشہور ہوئی تو علمائے عصر اور شہر کے جید فضلائے کرام نے اس کے فساد کو ختم

☆ بغية المرتاح شیخ شمس الدین محمد بن یوسف الزرندی (وفات: ۷۵۰ھ) کی تصنیف ہے، اس میں ۴۰/احادیث جمع کر کے ان کی شرح کی گئی ہے۔ دیکھیے: کشف الظنون: جلد ا/ص ۲۵۰

کرنے کے لیے کمر کس لی اور بادشاہِ وقت سے اس کے قتل یا قید کرنے کا مطالبہ کیا، مصر میں ابن تیمیہ کی طلبی ہوئی اور ۷۰۵ھ کو مدرسہ کاملیہ میں ایک اجتماع ہوا اور اس اجتماع کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ ابن تیمیہ کے معتقدین میں سے عبدالرحمٰن عنبوسی حنبلی تھا وہ مصر میں ابن تیمیہ کے لکھے ہوئے چند فتوے لے کر پہنچا، جب قاضی شمس الدین بن عدلان نے ان فتاوی کو دیکھا تو اس میں اکثر مقامات کو قابلِ اعتراض پا کر قاضی القضاۃ زین الدین مالکی کے حضور پیش کیا۔ قاضی القضاۃ زین الدین مالکی نے شمس الدین سے اس بات پر دلیل طلب کی کہ یہ فتاوی ابن تیمیہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔ علمائے کرام کی ایک جماعت نے اس کی گواہی دی کہ مکتوب میں ابن تیمیہ کی تحریر ہے، قاضی القضاۃ نے امیر الامرا کے سامنے (جن کو اس میں شبہ تھا کہ فتاویٰ ابن تیمیہ کے لکھے ہوئے ہیں) صورت حال بیان کی، لہٰذا ابن تیمیہ کو سلطان کے حکم سے بلایا گیا اور دارالنیابت قلعہ جبل میں ایک اجتماع ہوا جس میں قاضیوں، مفتیوں اور امرا کی ایک جماعت موجود تھی۔ قاضی شمس الدین بن عدلان نے قاضی القضاۃ زین الدین مالکی کے سامنے دعویٰ کیا کہ ابن تیمیہ اپنے عقائد کا اظہار کرے، لہٰذا قاضی القضاۃ نے اس سے جواب طلب کیا، ابن تیمیہ کھڑا ہوا اس نے الحمد للہ کہہ کر خطبہ دینا شروع کیا اور دورانِ خطبہ جو زبان پر آیا کہنے لگا۔ حاضرین نے اسے ٹوکا اور کہا کہ جو تم پر دعویٰ کیا گیا ہے اس کا جواب دو، ابن تیمیہ نے کہا میں کیا کہوں؟ یہاں سب میرے دشمن ہیں۔ جب قاضی القضاۃ نے اس سے جوابِ شافی نہیں پایا تو اس کو ایک برج میں قیدِ بامشقت کا حکم صادر فرما دیا اور وہ قید کر دیا گیا، بادشاہِ وقت نے اہل دمشق کے نام ابن تیمیہ کے سلسلے میں درج ذیل مکتوب روانہ کیا۔ (مرجع سابق: ۲۹، ۳۰، ۳۱)

[پھر صاحب منتہی المقال بادشاہِ وقت کا مکمل خط نقل کرتے ہیں:] (۱۷)

وہ خط یہ ہے ’’تمام تعریفیں اس ربِ بے نیاز کے لیے ہیں جو شبیہ و نظیر سے منزہ و مبرا ہے اور سہیم و مثیل سے بلند و بالا ہے، اللہ عز و جل نے خود ارشاد فرمایا **لیس کمثله شی وهو السميع البصير** (اللہ کے مثل کوئی شے نہیں وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے) ہم اس احسان پر اللہ کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں کہ اس نے کتاب و سنت پر عمل کی ہمیں توفیق عطا فرمائی اور شکوک وشبہات کے ایام ہم سے دور فرمائے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں، یہ اس شخص کی شہادت ہے جو اخلاص کے ساتھ حُسنِ انجام کی امید رکھتا ہے اور وہ اپنے خالقِ حقیقی کو کسی بھی جہت کے اختیار کرنے سے پاک سمجھتا ہے، اس لیے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے **وهو معكم اينما كنتم والله بما تعملون بصير** (تم جہاں بھی ہو باری تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے) اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے وہ رسول معظم ہیں جنھوں نے ہر اس شخص کے لیے نجات کا راستہ واضح فرمایا جو رضائے پروردگار کی راہ کا طلبگار رہا۔ آپ ﷺ نے مخلوق میں غور و فکر کرنے کا حکم دیا اور ذاتِ الٰہی میں تدبر کرنے سے منع فرمایا، درود وسلام ہو آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر جن کے باعث اللہ نے ایمان کی چوٹیاں بلند فرمائیں اور دینِ حنیف کے ستونوں کو مضبوطی بخشی اور ان ہی کے سبب اللہ نے اس شخص کی بات کا مواخذہ کیا جس نے حق بات سے اعراض کیا اور بدعت کی طرف مائل ہوا۔ امابعد:

عقائد شرعیہ، قواعد اسلام، ایمان کے بلند و بالا ارکان اور دین کے پسندیدہ طریقے ہی وہ اساس ہیں جن پر عقائد کی عمارت تعمیر کی جاتی ہے اور جن کی طرف ہر شخص رجوع کرتا ہے اور جو شخص ان راستوں پر چلا تو وہ بڑی کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوا اور جس نے ان راہوں سے روگردانی کی وہ دردناک عذاب کا مستحق ہوا۔ اس لیے ضروری ہے کہ احکام الٰہی کا نفاذ کیا جائے اور دائمی

طور پر اسے مستحکم کیا جائے اور امت کی عقائد کے اختلاف ونزاع سے حفاظت کی جائے، ائمہ اسلام کے اصول وقواعد کو تلف و برباد ہونے سے بچایا جائے، بدعتوں کی آگ کو بجھایا جائے اور فرق باطلہ میں سے جس نے اجتماعیت کو پراگندہ کیا اسے دور کیا جائے۔ اس دور میں ابن تیمیہ شقی نے زبان قلم کو وسیع اور عنان گفتگو کو دراز کرتے ہوئے مسائل قرآن اور صفات الٰہی میں جدت سے کام لیا اور اپنے کلام میں منکر امور کی صراحت کی اور ان مسائل میں ابن تیمیہ نے گفتگو کی جن کے بارے میں صحابہ کرام اور تابعین نے سکوت اختیار کیا اور ان چیزوں کو اس نے اچھا سمجھا جن کو سلف صالحین مکروہ سمجھتے ہیں اور وہ مسائل سامنے لایا جن کا ائمہ اسلام نے نہ صرف یہ کہ انکار کیا بلکہ اس کے خلاف جلیل القدر علمائے اسلام کا اجماع ہے اور بلاد اسلامیہ میں اس کے وہ فتاویٰ مشہور ہوئے جن کو عوام الناس نے بہ نظر استخفاف دیکھا اور علمائے عصر نے جن میں فقہائے شام ومصر بھی شامل ہیں ان مسائل میں ابن تیمیہ کی مخالفت کی۔ ابن تیمیہ نے اپنے رسائل کو ہر جگہ بھیجا اور ان کا وہ نام رکھا جن کی حقانیت پر اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ چنانچہ جب ہمیں اس کے عقائد اور اس کے مسلک پر چلنے والوں کی خبر پہنچی اور لوگوں نے ان کے احوال کا اظہار کیا اور اس کے عقائد کی اشاعت کی اور ہمیں معلوم ہوا کہ اس نے اپنی قوم کو کم عقل سمجھا اور قوم نے اس کی اطاعت کی، ہمیں یہ خبر بھی پہنچی کہ یہ لوگ اللہ کے حق میں نازیبا الفاظ اور اس کے جسم ہونے کی صراحت کرتے ہیں تو ہم حقُ اللہ کی پاس داری میں اس بری خبر سے لرزتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان باطل پرستوں کی بکواس کو ہم نے انتہائی ناپسند کیا، نیز ہم نے باری تعالیٰ کا یہ کلام پڑھا کہ ''اللہ اس چیز سے پاک ومنزہ ہے جو یہ لوگ اس کے بارے میں بیان کرتے ہیں''، اللہ اپنے ہمسر اور نظیر سے مبرّا ہے۔'' اللہ کی یہ شان ہے کہ نظریں اس کا ادراک واحاطہ نہیں کرسکتیں اور وہ نظروں کا ادراک کرتا ہے وہ لطیف وخبیر ہے''

لہٰذا جب ہمیں اس کے معاملے کی خبر پہنچی تو ہم نے ارباب حل وعقد، اصحاب تحقیق ونقد، علمائے کبار، ائمہ دین اور فقہائے اسلام کو جمع کیا۔ ائمہ اور عوام کی ایک شرعی مجلس منعقد کی پس اس وقت ابن تیمیہ کی طرف منسوب مسائل کو اس کی قلمی تحریروں سے ثابت کیا، جو اس کے عقائد فاسدہ پر دلالت کر رہی تھیں اور یہ اجتماع اس کے عقائد کو برا سمجھتے ہوئے اختتام پذیر ہوا۔ فقہائے کرام نے اپنے علم کی شہادت پر اس کا مواخذہ کیا، عنقریب ان کی شہادتیں رقم کی جائیں گی اور ان سے سوال پوچھے جائیں گے۔ ہمارا یہ فرمان اس مقصد سے ہے کہ کوئی ابن تیمیہ کے مسلک پر نہ چلے، اس کے عقیدۂ تشبیہ سے دور رہے کہ اس نے ائمہ اسلام کی رائے سے خروج کیا اور علمائے امت سے علیحدگی اختیار کی اور اللہ کے لیے جہت کو ثابت کیا اور حیث وکیف سے اللہ کے متعلق سوال کیا، تو جس نے ان چیزوں کو اپنے اعتقاد میں شامل کیا اس کے لیے ہمارے پاس تلوار ہے، لہٰذا ہر شخص کو اس حد پر رک جانا چاہیے **وللّٰہ الامر من قبل ومن بعد** ہر حنبلی کو ان عقائد سے رجوع کرنا اور شبہات شدیدہ سے خروج کرنا لازم ہے جن کا ائمہ اسلام نے انکار کیا اور اہل ایمان کے جن مذاہب حمیدہ سے وابستہ ہونے کا اللہ نے حکم دیا ہے ان کو لازم پکڑنا چاہیے، کیوں کہ جس نے اللہ کے حکم سے خروج کیا وہ راہِ راست سے بھٹک گیا اور ایسے شخص کے لیے طویل قید کے علاوہ کوئی مستقر اور پناہ گاہ نہیں ہے۔

دمشق محروسہ اور بلاد شام میں تہدید وترہیب کے ساتھ یہ اعلان ہر اس شخص کو سنا دیا جائے جس نے ہمارے واضح کردہ معاملے میں ابن تیمیہ کی اتباع کی کہ جس نے مسائل مذکورہ میں ابن تیمیہ کی متابعت کی ہم اسے اسی کی طرح قید خانے میں مقید کر دیں گے اور اسی کی مانند امت کی نظروں سے گرا دیں گے اور جن لوگوں نے اس کی اتباع پر اصرار کیا انہیں مدارس ومناصب سے فوراً معزول کر دیا جائے گا، ایسے لوگوں کے لیے ہمارے ملک میں کوئی عہدہ نہیں، نہ قضا، نہ

امامت وولایت، نہ کوئی رتبہ ومقام، ہم نے اس بدعتی کی دعوت کو شہروں سے ختم کر دیا اور اس کے ان عقائد کو باطل قرار دیا جس نے بہت سے بندوں کو گمراہ کر دیا۔ ہمارا یہ فرمان منبروں پر پڑھا جائے تا کہ یہ بلیغ نصیحت کرنے والا اور بہترین آمر وناہی ثابت ہو۔(مرجع سابق:۳۱،۳۲،۳۳)

[صاحب منتہی المقال مفتی صدرالدین آزردہ شاہی فرمان کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں]:(۱۸)

ترجمہ: جس وقت یہ شاہی فرمان شہرِ دمشق پہنچا، مساجد ومنبروں پر اسے سنایا گیا، ہر گلی کوچے میں اس کی تشہیر کی گئی۔ ابن تیمیہ ۷۰۷ھ تک قلعہ جبل میں قید رہا بعد ازاں بعض اکابر امرا کی سفارش سے اس نے قید سے خلاصی پائی۔ جب اس نے جانا کہ یہ اختلاف وتفریق کی باتیں اب نہیں چلیں گی تو اس نے مصر کے جلیل القدر علما ومشائخ کے روبرو اہل حق کے خلاف اپنے عقیدے سے توبہ کی اور امام اشعری کی کتاب اپنے سر پر رکھ کر اس بات کا اقرار کیا کہ میں اشعری ہوں اور ابن شقیر کے گھر میں قاہرہ میں اس نے سکونت اختیار کر لی۔

ابھی کچھ عرصہ گزرا تھا کہ شیخ تاج الدین ابن عطاء اللہ اسکندری کی معیت میں صوفیہ ومشائخ کی ایک جماعت نائب سلطنت کے پاس آئی اور کہا کہ شیخ تقی الدین ابن تیمیہ اولیائے کرام اور مشائخِ طریقت کے متعلق دل آزار گفتگو کرتا ہے حتی کہ اس نے سید الکونین نبی رحمت ﷺ سے توسل کے متعلق علمائے امت کے متفق علیہ عقیدے کے برخلاف زبان درازی کی ہے۔ لہٰذا ابن تیمیہ کو قاضی بدرالدین زوادی کی مجلس میں پیش کیا گیا اور اعتقاد کے متعلق اس پر دعویٰ کیا گیا، شیخ شرف الدین بن صابونی اور شیخ علاؤالدین قونوی نے اس کے عقائد کے متعلق گواہی دی، ابن تیمیہ کو دوبارہ قید خانے میں قید کر دیا گیا، پھر خبر ملی کہ ابن تیمیہ کے پاس ایک جماعت آتی ہے وہ اسے نصیحت کرتا ہے اور پند و نصائح کے دوران ایسی حکایتیں بیان کرتا ہے جو اس کے سابقہ عقائد کی تائید کرتی ہیں، لہٰذا ثغر اسکندریہ بھیج دیا گیا اور وہاں سخت قید میں رکھا گیا۔

جب حکومت ناصریہ کا دور آیا تو تیسری بار ابن تیمیہ کے معاملے میں سلطان کے سامنے گفتگو کی، بادشاہ نے اس کے حاضر کرنے کا حکم دیا، قاضیوں اور علما کی جماعت بھی موجود تھی کہ قاضی القضاۃ زین الدین مالکی نے ابن تیمیہ سے کہا کہ سابقہ عقائد سے توبہ کرو پھر ان باتوں کا اعادہ نہ کرنا۔

ابن تیمیہ نے توبہ کی اور مجلس برخاست ہوگئی، ابن تیمیہ نے قاہرہ میں سکونت اختیار کر لی، پھر وہ شام چلا گیا۔ ملک شام میں اس کے تاریخی واقعات کتب میں مذکور ہیں۔ صاحب اتحاف نے فرمایا ''ابن تیمیہ کے ساتھ یہ سب اس لیے ہوا کہ اس نے بارگاہِ رسالت میں جرأت و جسارت کی اور بے جا حملے کیے''۔

ابو محمد عبداللہ یافعی نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''مرأۃ الجنان'' میں ۷۰۵ہجری میں فتنہ ابن تیمیہ کا ظہور، اس کے واسطے مجلس کا انعقاد، زنداں میں اس کا قید ہونا، اس کے عقائد کا بیان، دمشق میں اعلان وغیرہ کا حال تفصیل سے لکھا ہے اور واقعے کے آخر میں آپ نے لکھا کہ ''پھر دمشق وغیرہ میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ جو ابن تیمیہ کے عقائد پر ہوگا اس کا خون و مال حلال ہے''۔ (مرجع سابق:۳۳،۳۴)

اب احقر اس دفینۂ پارینہ سے درگذرا اور قضیے کا فیصلہ اور قصہ مختصر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہی کتاب ''تہذیب الایمان'' دعوے میں ان کا بینہ اور برہان ہے۔ دعویٰ احقر کا یہ ہے کہ ابن قیم مقید مذہب اہل سنت کا نہیں ہے اور اس کی کتابوں میں باتیں مخالف اہل سنت کے ہیں اور نسبت بعض امور کے کہ اہل سنت ان کو مستحب یا مباح یا مکروہ یا مکروہ تنزیہی یا مکروہ تحریمی کہتے ہیں یا اختلاف ہے اباحت و کراہت، یا کرہت تحریمی میں کمال جرأت و بے باکی سے کفر و ضلالت کہتا ہے اور یہ جو مَیں نہ مفصلاً اور صراحۃً کہا مترجم صاحب نے خود مجملاً اور کنایۃً از راہ بلاغت اس کو اسی ''تہذیب الایمان'' کے دیباچے میں ادا کیا۔ لکھا ہے:

> چھٹے یہ کہ مضامین اس کتاب کے جیسے تھے مَیں نے ویسے ہی بدستور رہنے دیے، مؤلف کتاب نے اصحاب ظواہر کی راہ اکثر جا اختیار کی ہے، پس مقلدوں کے لیے مسائل جزیہ میں اتباع اپنے امام کا چاہیے، مَیں نے بہ نظر کم فرصتی وجلدی

کے صرف ترجمے پر اکتفا کیا ہے، تحقیق مذاہب اور دلیلوں سے تعرض نہیں کیا،
بعض جا جو کچھ ضرورت داعی دیکھی کچھ لکھ دیا ہے۔ (تہذیب الایمان: ص۳)

مترجم صاحب کیا یہ بات نہیں جانتے کہ اصحاب ظواہر مخالف ہیں اہل سنت کے؟ بے شک جانتے ہیں، جبھی تو آپ کو بری کیا اور تعرض نہ کرنا تحقیق مذاہب اور دلیلوں سے لکھا، کتاب ''رجوم الشیاطین'' میں جو جواب ہے ''تحفۂ اثنا عشریہ'' کے جواب کے جواب کا، لکھا ہے: (۲۰)

ترجمہ: داؤد ظاہری اور اس کے متبعین کو اہل سنت میں شمار کرنا کس درجہ بے وقوفی وسفاہت ہے، اہل سنت نے اسے متروک مانا ہے اور یہ بھی مشہور ومعروف ہے کہ مذہب اہل سنت مذہب اہل ظواہر کے مقابل ہے جس طرح مذہب معتزلہ، جہمیہ باطنیہ اور کرامیہ کے مقابل ہے۔ (رجوم الشیاطین)

پس بقول مترجم صاحب کے اگر مصنف نے راہ اصحاب ظواہر اختیار کی جب بھی اہل سنت سے نکل گیا، پھر مترجم صاحب نے لکھا:

ساتویں یہ کہ مطالب اس کتاب کے فی زمانناکہ رواج بدعت کا زیادہ ہے با ہیئت مجموعی بہت کارآمد ہے، ہر چند مؤلف نے بعض جا تقریر آزادانہ و بے باکانہ کی ہے، تاہم اگر ناظرین انصاف گزیں بہ نظر استفادہ ملاحظہ کریں گے اور احقاق حق کی مراعت فرمائیں گے تو البتہ کیفیت اور حظ اٹھائیں گے۔

(تہذیب الایمان: ص۳)

اس ساتویں باب میں کہ بقول شخصے بات کی بات ہے اور خرافات کی خرافات کچھ پردہ اٹھایا اور ظاہر کر دیا کہ مقصود اصلی فرمائش اور سعی وکوشش سے شایع وذایع کرنا ہے، ان فصلوں کا تیرہویں باب سے کہ جن فصلوں میں ابن قیم نے اپنے پیٹ کے جوہر اگلے اور کھیل کھیلے کہ اپنے طریق مبتدعہ کے موافق افراط وتفریط وخاط وخیط کیا اور زور بیان اور زور بہتان خوب صرف کیا، یہاں تک کہ صفحہ ۲۳۱ر پر ذیل ذکر زیارت آنحضرت ﷺ میں لکھ دیا:

ونص على ذلك الائمة الاربعة انه يستقبل القبلة وقت الدعا حتى لا يدعو عند القبر فان الدعاء عبادة.

اور مترجم صاحب نے لکھا ہے:

اور چاروں اماموں نے تصریح فرمائی ہے کہ دعا کے وقت قبلہ رخ ہونا کہ دعا کا مانگنا قبر کے پاس نہ ہواس لیے کہ دعا عبادت ہے۔

دیکھو کیا جرأت و بے با کی ہے کہ اپنی بات کی تائید کے واسطے افترا و بہتان سے خوف نہ کیا، قاضی عیاض نے شفا☆ میں اپنی سند سے لکھا ہے: (۲۲)

ترجمہ: ابوجعفر امیر المومنین نے امام مالک سے مسجد نبوی میں گفتگو کی تو امام مالک نے فرمایا اے امیر المومنین! اس مسجد میں آپ اپنی آواز بلند نہ کیجیے، اس لیے کہ اللہ نے ایک قوم کو ادب سکھاتے ہوئے فرمایا کہ ''تم اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو'' اور ایک دوسری قوم کی مدح سرائی کرتے ہوئے فرمایا

☆ عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن عیاض بن محمد، قاضی عیاض کے نام سے مشہور ہیں، ۴۹۶ھ میں مکہ مکرمہ پیدا ہوئے، ۵۴۴ھ کو وفات پائی، آپ ایک عظیم محدث، حافظ، مؤرخ، مفسر، فقیہ اور عاشق رسول تھے، آپ کی تصانیف میں الالماع فی اصول الروایة والسماع، مشارق الانوار علی صحاح الآثار، العیون الستة فی اخبار السبتة مشہور ہیں۔

کتاب ''الشفا بتعریف حقوق المصطفی '' آپ کی معرکہ آرا کتاب ہے، مصنف کتاب ایک سچے عاشق رسول تھے، لہٰذا کتاب کی سطر سطر سے عشق رسول کی خوشبو پھوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ کتاب کو چار اقسام پر ترتیب دیا گیا ہے، پہلی قسم میں نبی کریم ﷺ کو جو قدر ومنزلت اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اس کو مختلف پیرایوں میں چار فصلوں میں بیان کیا گیا ہے۔ دوسری قسم میں ان حقوق رسالت کا بیان ہے جو مخلوق پر عائد ہوتے ہیں اس قسم کو چار ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔ تیسری قسم میں ان امور کا بیان ہے جو حضور اکرم ﷺ کے حق میں جائز یا محال ہیں، اس قسم کو دو ابواب میں لکھا ہے پہلا باب امور دینیہ سے متعلق ہے اور دوسرا باب امور دنیویہ کے بیان پر مشتمل ہے۔ بقول حاجی خلیفہ یہی فصل کتاب کا لب لباب اور اصل مقصود ہے۔ چوتھی قسم میں آپ کی تنقیص شان کرنے والے بدبختوں کے احکام بیان کیے گئے ہیں، یہ قسم دو ابواب پر مشتمل ہے۔

کتاب الشفا اپنے زمانہ تالیف ہی سے اہل علم وفضل اور اہل اللہ وصالحین کی پسندیدہ کتاب رہی ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ بے شمار ائمہ ومحدثین اور علما واولیا نے اس کی شروح لکھیں، اس پر حواشی لکھے، اس کی احادیث کی تخریج کی اور اس کے الفاظ وعبارات کے حل ووضاحت کے لیے مستقل تصانیف کیں۔ شیخ محمد بن احمد الاسبوی شافعی (وفات: ۷۶۳ھ) نے اس کا اختصار کیا، شیخ ابوعبداللہ محمد المحلوف الراشدی نے اس کی شرح کی، شیخ محمد بن علی التلمسانی نے ''المنهل الاصفیٰ فی شرح ما تمس الحاجة الیه من الفاظ الشفا '' کے نام سے دو جلدوں میں شرح لکھی، ''الاصطفاء لبیان معانی الشفاء '' کے نام سے شیخ شمس الدین محمد الدلجی الشافعی نے اس کی شرح کی، شیخ عمر العرضی نے چار جلدوں میں شرح شفا

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر......

''بے شک وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں وہ اہل تقویٰ ہیں'' نیز ایک اور قوم کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ''بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر جاہل ہیں''۔ امام مالک نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی عزت و حرمت جس طرح ظاہری حیات مقدسہ میں تھی ویسی ہی بعد وصال بھی قائم ہے۔ ابوجعفر نے آپ کا حکم قبول کر کے سر تسلیم خم کر دیا اور پھر اس نے عرض کیا کہ اے ابوعبداللہ! میں قبلے کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا حضور کی طرف؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ امیر المومنین! آپ اپنے چہرے کو اس ذات سے کیسے پھیر سکتے ہیں جو قیامت میں آپ کا اور آپ کے جد اعلیٰ حضرتِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ ہے۔ آپ ان کی طرف متوجہ ہوں اور ان کو اپنا شفیع بنائیں اللہ آپ کی دعا قبول فرمائے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اگر یہ لوگ گناہ کا ارتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر لیں پھر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر استغفار کریں اور آپ بھی ان کی سفارش فرما دیں تو یقیناً یہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے''۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفی: ج:۲/ص:۴۱)

علامہ خفاجی نے شرح میں لکھا ہے کہ: (۲۳)

ترجمہ: اس عبارت میں ابن تیمیہ کی اس بات کا رد ہے جو اس نے کہا کہ ''زیارت کے وقت دعا میں حضور کی قبر انور کی جانب منہ کرنا ایک منکر بات ہے کیوں کہ یہ کسی عالم سے منقول نہیں اور اس میں صرف ایک حکایت بیان کی گئی جو امام مالک پر افترا ہے'' یعنی ابن تیمیہ کے نزدیک وہ روایت من گھڑت ہے

پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ......

تحریر فرمائی، امام ابوالمحاسن عبدالباقی الیمانی نے ''تلخیص الاکتفاء فی شرح الفاظ الشفاء'' کے نام سے شرح فرمائی، امام جلال الدین سیوطی نے اس میں وارد احادیث کی تلخیص کے لیے ''مناھل الصفا فی تخریج احادیث الشفا'' تصنیف کی، حافظ تقی الدین ابوالعباس احمد بن محمد الشمنی نے ''مزیل الخفا عن الفاظ الشفا'' کے نام سے حاشیہ تحریر فرمایا، ملا علی قاری کی شرح شفا اور علامہ خفاجی کی ''نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض'' مشہور و معروف ہیں۔

جو قاضی عیاض نے بیان کی ہے، حالانکہ علامہ قاضی عیاض نے اس روایت کو صحیح سند کے ساتھ بیان کیا اور اس بات کی وضاحت کی کہ انہوں نے یہ روایت متعدد ثقہ مشائخ سے حاصل کی ہے، چنانچہ ابن تیمیہ کا اس روایت کو کذب محض کہنا خود ابن تیمیہ کے باطل ہونے کی دلیل ہے اور ابن تیمیہ کا یہ قول کہ ''اسے کسی نے روایت نہیں کیا''، باطل ہے، کیوں کہ امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی علیہم الرحمۃ والرضوان کے نزدیک دعا اور سلام میں آپ ﷺ کی قبر انور کی طرف منہ کرنا مستحب ہے، ان کا یہ مذہب ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے جس کی امام نووی نے اپنی کتاب اذکار و ایضاح میں صراحت فرمائی ہے۔

امام سبکی نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ زائر کے لیے مستحب ہے کہ قبر انور کی طرف منہ کرے اور قبلے کی جانب پشت کرے اور قبر انور کے سرہانے سے تقریباً چار گز دور رہے اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام بھیجے، پھر تھوڑا پیچھے ہٹے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سلام کرے، پھر تھوڑا پیچھے ہٹے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سلام کرے، پھر اپنی پہلی والی جگہ پر آئے اور قبر انور کی جانب منہ کر کے جو چاہے دعا کرے، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ زائر زیارت کے وقت حضور ﷺ کی قبر مبارک کی طرف منہ کرے پھر اس کے بعد قبلے کی طرف رُخ کر کے دعا مانگے جیسا کہ سروجی نے ہمارے ائمہ کرام سے نقل کیا ہے۔

قاضی عیاض کے قول **وسیلۃ ابیک ادم** (یہ تمہارے باپ آدم کا وسیلہ ہیں) کے متعلق کہا گیا کہ جب حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے درخت سے پھل کھا لیا پھر اس پر آپ شرمندہ ہوئے اور عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! میں محمد ﷺ کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری بخشش فرما دے، اللہ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے محمد کو کیسے پہچانا تو حضرت آدم نے عرض کیا کہ مَیں نے عرش اعظم کے پایوں پر **لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** لکھا دیکھا تو میں نے

جانا کہ تو نے اپنی ذات سے اپنی سب سے محبوب مخلوق کو منسوب کیا ہے، تو اللہ نے فرمایا، اے آدم! تم نے سچ کہا، بے شک یہ میرے نزدیک سب مخلوق میں محبوب ترین ہیں اگر ان کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو مَیں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ یہ صحیح حدیث ہے جو امام حاکم نے روایت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ’’اگر یہ لوگ گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرلیں پھر آپ کی بارگاہ میں آ کر استغفار کریں اور اے رسول! آپ بھی ان کی سفارش کر دیں تو یہ لوگ یقیناً اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائیں گے‘‘۔

اس آیت مذکورہ سے حضور علیہ السلام کو وسیلہ بنانے اور آپ کے وسیلے کی قبولیت پر استدلال ہوتا ہے جیسا کہ اللہ اس پر ندا دیتا ہے کہ **لوجدو اللّٰہ توابا رحیما** (استغفار و وسیلہ بنانے والے لوگ اللہ کو تواب اور رحیم پائیں گے) کیوں کہ ان لوگوں کے استغفار کی قبولیت کو آنحضرت ﷺ کے استغفار پر معلق کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے دعا میں حضور کی جانب رُخ کرنا مستحب ہے نہ کہ قبلے کی طرف۔ اس لیے کہ آپ ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں، وہ زائر کی دُعا کو سنتے ہیں اور جو شخص آپ کی شفاعت کی امید لے کر آتا ہے تو یقیناً آپ جسم و دل کے ساتھ اس کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جیسا کہ امام ابن المقری نے فرمایا۔ (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض: ج:۴/ص:۴۸۶)

اور قاضی عیاض نے دوسرے مقام پر لکھا ہے: (۲۴)

امام مالک نے ابن وہب کی روایت میں فرمایا جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر سلام بھیجے تو قبر انور کی طرف رُخ کر کے دعا کرے قبلے کی طرف نہیں۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، ج:۲/ص:۸۵)

علامہ خفاجی نے شرح میں لکھا ہے: (۲۵)

ترجمہ: حضور کی قبر انور کی طرف رخ کرنا اور قبلے کی جانب پشت کرنا یہ امام شافعی اور جمہور ائمہ کا مذہب ہے ایک روایت میں ابوحنیفہ سے بھی یہی منقول ہے، ابن

ہمام نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ سے جو قبلے کی طرف رخ کرنا منقول ہے وہ اس روایت سے رد ہو گیا جو حضرت عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کی جانب رخ اور قبلے کی طرف پشت کرنا سنت ہے اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ کا صحیح مذہب ہے۔ امام کرمانی کا قول کہ ''امام اعظم کا مذہب اس کے برخلاف ہے''، اس قول کی کوئی حقیقت نہیں کیوں کہ آپ ﷺ اپنی قبر انور میں باحیات ہیں آپ اپنے زائر کو جانتے ہیں اور جس کے پاس زندگی میں کوئی آئے وہ یقیناً آنے والے کی جانب متوجہ ہوگا۔ (نسیم الریاض: ج:۵/ص:۱۰۵،۱۰۶)

دیکھو کیسا تماشہ ہے ابن تیمیہ نے کہا تھا کہ ''یہ کسی نے نہیں کہا ہے'' علامہ سبکی سے اس کا رد ہو گیا، شاگرد رشید خلف الصدق [ابن قیم] نے پیٹ بھر کر لوگوں کو بہکانے کے واسطے جھوٹ بنایا اور کہا کہ ''نص کی ہے اس پر ائمہ اربعہ نے'' ۔ یہ حال ہے آپ کے دین و دیانت وصدق و امانت کا، آپ کی روایت و حکایات کا کچھ اعتبار نہیں۔

جائے غور ہے کہ جب چاروں امام جیسے مشاہیر کہ اتباع ان کے جم غفیر اور ہر ہر بات ان کی تقریر و تحریر میں آئی ہے، ان کی نسبت جب یہ جرأت و بے باکی کی، تو غیر مشاہیر سے جو ان صاحبوں کی کتابوں میں روایت و حکایات ہیں پھر ان کا کیوں کر اعتبار کیا جائے؟ اور کہاں ہیں وہ کتابیں کہ ان سے کوئی تطبیق کرے اور کیا معلوم ہے کہ ان کا وجود بھی خارج میں تھا یا نہیں؟ اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے کہ اتباع ان کے اس زمانے میں بھی جو تحریر کرتے ہیں خالی ایسی حرکتوں سے نہیں ہوتی اور عاجز کو کچھ ضرورت اور حاجت داعی نہیں رد تفصیلی ان خرافات کی کہ ابن قیم نے ان فصلوں میں درج کی ہیں اور خلط و خبط کیا ہے۔ ابن تیمیہ نے جب یہ امور اختراع کیے علامہ سبکی نے خوب اس کا رد کیا کہ معروف و مشہور ہے۔ اور سوا علامہ سبکی کے اور کبرائے عصر نے بھی اس کا رد و ابطال کیا اور پھر اس کے اتباع نے جس وقت سر اٹھایا ان کی سرکوبی ہوئی۔ یہاں تک کہ تیرہویں صدی میں عبدالوہاب شیخ نجدی نے انہیں خرافات ابن تیمیہ اور ابن قیم کو اصل اور مبدا ٹھہرا کر تفصیل و زیادتی کے ساتھ ایک نیا دین بنایا اور اس دین کی رو سے اپنے جمیع ماعدا کو کافر ٹھہرایا اور اس کے اتباع نے اس دین کو پھیلایا اور بڑے بڑے ظلم کیے اور یہ فرقہ بنام ''وہابیہ'' مشہور ہوا۔

علامہ شامی☆ نے ردالمحتار میں متعلق اس قول درمختار کے " **ثم خارجون عن طاعة الامام ثلاثة** " [پھر امام پر خروج کرنے والے تین قسم کے ہیں] **الی قولہ** " **ویکفرون اصحاب نبینا** ﷺ لکھا ہے:(۲۶)

ترجمہ: صاحب درمختار کے قول ''وہ ہمارے رسول ﷺ کے اصحاب کی تکفیر کرتے ہیں'' سے جانا گیا کہ یہ (تکفیر کرنا) خوارج کے لیے شرط نہیں ہے، بلکہ یہ صرف ان لوگوں کا بیان ہے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خروج کیا، ورنہ ان کے بارے میں یہی بات کافی ہے کہ وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو ان پر خروج کرے وہ کافر ہے، جیسا کہ ہمارے زمانے میں عبدالوہاب نجدی کے متبعین کے ساتھ پیش آیا جنہوں نے نجد سے خروج کیا اور حرمین شریفین پر غلبہ حاصل کیا، وہ مذہب حنبلی کے دعوے دار تھے، لیکن وہ اعتقاد رکھتے کہ صرف وہی مسلمان ہیں اور جن لوگوں نے ان کے عقیدے کی مخالفت کی وہ سب مشرک ہیں، اسی بنیاد پر انہوں نے اہل سنت اور علمائے اہل سنت کا قتل مباح کر دیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طاقت کو توڑا اور ان کے شہروں کو ویران کیا اور ۱۲۳۳ھ میں مسلمان لشکران پر غالب آئے۔(ردالمحتار علی الدرالمختار : ج:۶/ص:۴۱۳)

اور اُس وقت میں علمائے عرب نے فتوے اور رسالے اُن کے عقیدے اور رسائل کے رد میں لکھے۔ ایک رسالہ اُن کا کہ ہند میں آیا تھا علمائے ہندی نے اُس کا رد لکھا چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ نے بھی اُس کو دیکھا کہ کچھ اُس کی عبارت جناب مولوی محمد موسیٰ صاحب مرحوم خلف الصدق حضرت مولوی رفیع الدین صاحب مرحوم نے رسالہ ''حجۃ العمل'' میں نقل کی ہے اور جب ہند کے بعض کج فہموں اور بے قیدوں نے وہ مشرب اختیار کیا اور اُس طریق میں رسالے لکھے۔ ہندوستان کے کبرائے اہل سنت و جماعت مثل جناب مولانا رشید الدین خاں

☆ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین دمشقی حنفی، ولادت: ۱۱۹۸ھ میں ہوئی، ۱۲۵۲ھ کو دمشق میں وفات پائی، آپ بڑے فقیہ اور اصولی تھے، آپ کی تصانیف میں ردالمحتار علی الدرالمختار، العقود اللالی فی الاسانید العوالی، العقود الدریہ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ اور رسائل ابن عابدین وغیرہ شامل ہیں۔

صاحب مرحوم ارشد تلامذہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور مولانا مخصوص اللہ صاحب اور مولانا مولوی محمد موسیٰ صاحب ابنائے مولانا رفیع الدین صاحب مرحوم اور حضرت بابرکت شاہ احمد سعید صاحب نقشبندی اور مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی اور مفتی شرف الدین صاحب رامپوری وغیرہم بہت اشخاص نے جیسا چاہیے تقریراً اور تحریراً اُن کی تنبیہ کی اور دروازے تک پہنچا دیا اور باتیں اُن کی بند کیں اور بسبب طبع وغیرہ کے یہ امر کمال شہرت کو پہنچا کہ ہر خاص و عام اس کو خوب جانتا ہے، اس جہت سے یہاں لکھنا اُس کا کچھ ضروری معلوم نہ ہوا، مگر چند باتوں کا استفسار صاحبِ فرمائش☆ سے ضرور ہے کیوں کہ مترجم صاحب نے ہر چند ترجمہ کیا اور بظاہر کچھ الفاظ مدح کے بھی نسبت اصل کتاب کے گول مول لکھے، مگر دبی زبان سے اُس کتاب کی برائیاں لکھ گئے اور دورو یہ ہونا اپنا ظاہر کر گئے۔

ایک بات یہ کہ صاحب فرمائش صاف صاف ارشاد کریں کہ ابن قیم نے اُن فصلوں میں جو کہ لکھا ہے مثل بدعت وضلالت وشرک وکفر، شدرحال اور دعا عندالقبور اور استشفاع اور تبرک بالقبور اور توجہ طرف قبر شریف کے دعا میں وقت زیارت آنحضرت ﷺ کے وغیر ذلک صاحب فرمائش کے نزدیک حق وصحیح ہے؟ اور اُن کا بھی یہی عقیدہ ہے یا غلط و باطل ہے؟ اور جس طرح ابن قیم اُن افعال کے مرتکبین اور مجوزین کو کافر ومشرک ومبتدع کہتا ہے آپ بھی اُن لوگوں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں سمجھتے تو ابن قیم کو اُس کے ان احکام کی جہت سے آپ کیسا کہتے ہیں؟۔

دوسرا امر یہ ہے کہ اگر آپ اہل سنت سے ہیں اور موافق ہیں علمائے اہل سنت کے اور علمائے اہل سنت کو کافر مشرک ومبتدع اور اُن کے مذہب کو ان مسائل میں نہیں جانتے جیسا کہ ابن قیم نے لکھا بلکہ ابن قیم کو مبتدع اور مخالف حق ان امور میں سمجھتے ہیں تو پھر آپ نے اُس کتاب کے کہ جس میں ایسے شنائع وقبائح ہوں شایع کرنے پر کیوں کر اقدام کیا؟ اگر بسبب قاصر ہونے کے فہم عبارت عربیہ سے یہ حرکت سرزد ہوئی تو بعد ترجمہ ہو جانے کے اردو زبان میں یہ عذر اُٹھ گیا اور مترجم صاحب نے بھی بہ اشارہ وکنایہ بیان کر دیا۔

تیسرا امر یہ کہ کتاب ''**کشف الالتباس عما وسوس به الخناس**'' جو چھپی ہے خاص آپ

☆منشی محمد جمال الدین صاحب بہادر مدارالمہام ریاست بھوپال متوفی: ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء

کے دارالاہتمام بھوپال مطبع سکندری کے اوراردو زبان ہے اور بروایت ثقات تصنیف ہے مولوی صدیق حسن آپ کے داماد کی، ملاحظہ فرمایۓ صفحہ ۱۸/ پر لکھا ہے کہ:

اہل سنت منحصر ہیں مقلدین ائمہ اربعہ میں

اور اول کتاب میں لکھا ہے کہ

گروہ اہل سنت فرقہ ناجیہ ٹھہرا اور موسوم بہ جماعت ہوا اور دین مرضی حق نے اُن کے طریقے میں انحصار پایا اور سائر فرق اہل باطل وزیغ کہلائے۔

اور اُس کتاب کے یہ دونوں مقدمے مُلائے تہذیب الایمان کے مقدمے کے چھٹے اور ساتویں باب سے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ مصنف کتاب **اغاثة اللهفان** کا صاحبِ کشف الالتباس کے طریقے پر داخل ہے۔ اہل باطل وزیغ میں آپ اگر صاحبِ کشف الالتباس کو حق پر جانتے ہیں تو واجب ہے ''تہذیب الایمان'' کا مٹانا اور جلانا اور نیست اور نابود کرنا اور اگر ''تہذیب الایمان'' آپ کے نزدیک حق ہے تو ''کشف الالتباس'' کا فنا کرنا اور اُس کے مصنف کو سزا دینا آپ پر واجب ہے۔ **وما علينا الا البلاغ.**

فائدۂ جلیلہ اِسی کتاب تہذیب الایمان کے صفحہ ۵۹۹ پر کتاب ''**مناهج الأدلة** '' سے نقل کیا ہے:

اور اللہ کی صفت جہت یہ ایسی صفت ہے کہ اس شریعت میں ابتدا ہی سے اس کو ثابت مانا جا رہا ہے، یہاں تک کہ معتزلہ کا ظہور ہوا اور انہوں نے اس کا انکار کیا، پھر متاخرین اور اشاعرہ نے اس معاملے میں ان کی اتباع کی، جیسے ابو المعالی وغیرہ اور وہ جنہوں نے ابوالمعالی کے قول کی اتباع کی۔

[پھر آگے کہتے ہیں]

تمام شریعتیں اس بات پر مبنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے، اور وہیں سے فرشتے وحی لے کر انبیا کے پاس آتے ہیں، آسمان سے ہی کتابیں نازل ہوئی ہیں، اور نبی کریم ﷺ کو اسی کی جانب سفر معراج کروایا گیا۔ تمام حکما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ اور فرشتے سب آسمان میں ہیں، اسی طرح تمام

شریعتوں کا اس بات پر اتفاق ہے۔

[پھر اس کے بعد ایک عقلی تقریر سے اس کو واضح کیا ہے، اور اس شبہ کو باطل کیا ہے جس کی وجہ سے معتزلہ اور ان کے متبعین نے اس صفت کا انکار کیا تھا پھر لکھتے ہیں]:

> اس بحث سے تم پر واضح ہو گیا کہ صفت جہت کا اثبات شرعاً اور عقلاً واجب ہے اور اس کا انکار کرنا شریعتوں کا انکار کرنا ہے۔(۲۷)

دیکھو واجب ہونا اثبات جہت کا اور ہونا اُس کے ابطال کا ابطال شرائع؟ اگرچہ دوسرے سے نقل کیا مگر اُس کا رد و انکار نہ کیا اور مسلّم رکھا اور مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی نے ''ایضاح'' ☆ میں تنزیہ اللہ تعالیٰ کو جہت و زمان و مکان سے بدعات حقیقیہ میں داخل کیا ہے اور مجھ کو یہاں کچھ حاجت نہیں بیان بطلان مقال کی کیوں کہ میرا مقصود یہاں ظاہر کرنا مخالفت ابن قیم کا ہے اہل سنت سے، سو اُس کے واسطے اسی قدر کافی ہے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ نے تحفہ اثناعشریہ کے باب الثبات کے عقیدۂ سیزدہم میں لکھا ہے:

> عقیدہ تیرھواں یہ کہ حق تعالیٰ کا کوئی مکان نہیں ہے اور اُس کو کوئی جہت اوپر اور نیچے کی متصور نہیں اور یہی ہے مذہب اہل سنت و جماعت کا

اگرچہ اس کتاب میں اور امور بھی مخالف جمہور اہل سنت کے بہت سے ہیں مگر بالفعل بطور'' مشتے نمونہ از خروارے'' اسی قدر پر اقتصار کیا گیا۔

هذا و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين۔

تمت

☆☆☆

☆ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح شاہ اسماعیل دہلوی کی تصنیف ہے، فارسی زبان میں یہ کتاب مولوی تفضّل علی کے ایک استفتا کے جواب میں معرض وجود میں آئی، اس کے سنہ تالیف کے بارے میں نورالحسن راشد کاندھلوی کا خیال ہے کہ یہ ۴۱-۱۲۴۰ھ/ ۲۶-۱۸۲۵ء کے آس پاس کی ہے۔(سہ ماہی احوال وآثار کاندھلہ: مرتب نورالحسن راشد کاندھلوی، ص ۱۵۸، شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸ء جنوری تا مارچ ۲۰۰۹ء) اس کتاب میں بدعت اور اس کے متعلقات سے بحث کی گئی ہے، استاذ العلما علامہ محبّ احمد قادری بدایونی (تلمیذ تاج الفحول) نے اس کے رد میں رسالہ ''ہدیہ احمدیہ رد مبتدعات نجدیہ'' تصنیف کیا جو ۱۲۸۵ھ میں مطبع الٰہی آگرہ سے طبع ہوا۔

حواشی

(۱)

اعلم انه یجوز ویحسن التوسل والاستعانة والتشفع بالنبی ﷺ الی ربه سبحانه وتعالیٰ وجواز ذلک وحسنه من الامور المعلومة لکل ذی دین (المعروفة من فعل الانبیاء والمرسلین وسیر السلف الصالحین والعلماء والعوام من المعلمین) ولم ینکر احد ذلک (من اهل الادیان ولا سمع به فی زمن من الازمان) حتی جاء ابن تیمیة فیتکلم فی ذلک بکلام یلبس فیه علی الضعفاء الاعمال وابتدع مالم یسق الیه فی سائر الاعصار (ولهذا طعن فی الحکایة التی تقدم ذکرها عن مالک فان فیها قول مالک للمنصور استشفع به ونحن قد بینا صحتها ولذلک ادخلنا الاستعانة فی هذا الکتاب لما یعرض الیها مع الزیارة) وحسبک ان انکار ابن تیمیة للاستعانة والتوسل قول لم یقله عالم قبله وصار به بین اهل الاسلام مثلة. (شفاء السقام فی زیارة خیر الانام: *علامہ تقی الدین سبکی*: الباب الثامن فی التوسل والاستعانة والتشفع بالنبی ﷺ *ص:۱۱۹،۱۲۰، دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد، ۱۳۱۵ھ*)

(۲)

والقسم الثانی التبرک به والدعاء عنده للزائر وهذا القسم یظهر من فحوی کلام ابن تیمیة انه یلحقه بالقسم الثالث ولا دلیل له علی ذلک بل نحن نقطع ببطلان کلامه فیه وان المعلوم من الدین وسیر السلف الصالحین التبرک ببعض الموتی من الصالحین فکیف بالانبیاء والمرسلین ومن ادعی ان قبور الانبیاء وغیرهم من اموات المسلمین سواء فقد اتی امرا عظیما نقطع ببطلانه وخطائه فیه وفیه حط لدرجة النبی ﷺ (الی درجة من المسلمین وذلک کفر متقین فان من حط رتبة النبی ﷺ عما یجب له فقد کفر) (شفاء السقام فی زیارة خیر الانام: *علامہ تقی الدین سبکی*: الباب السابع فی دفع شبه الخصم وتتبع کلماته. *ص۹۶، دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد، ۱۳۱۵ھ*)

(۳)

واعلم ان هذا الحدیث هوالذی دعا ابن تیمیة و من تبعه کابن القیم الی مقالته الشنیعة التی کفروه بها وصنف فیها السبکی مصنفا مستقلا وهی منعه من زیارة قبر النبی ﷺ وشد الرحال الیه وهو کما قیل. لمهبط الوحی حقا ترحل البخت وعند ذلک المرجی ینتهی للطب فتوهم انه حمی جانب التوحید بخرافات لا ینبغی ذکرها فانهالا تصدر عن عاقل فضلا عن فاضل. (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض: *شہاب الدین احمد الخفاجی المصری ج:۵/ص:۱۰۰،۱۰۱*، الباب الرابع: فصل فی حکم زیارة قبره ﷺ، *پوربندر، گجرات*)

(۴)

لا حجة فيه لما قاله ابن تيمية وغيره فان اجماع الامة على خلافه يقتضى تفسيره بغيرما فهموه فانّه نزغة شيطانية. (مرجع سابق:ص۱۳۳)

(۵)

فان قلت: كيف تحكى الاجماع السابق على مشروعية الزيارة والسفر اليها وطلبها وابن تيمية من متاخرى الحنابلة منكر لمشروعية ذلک كله كما راه السبكى فى خطه وأطال – اعنى ابن تيمية – فى الاستدلال لذلک بما تمجه الاسماع، وتنفر عنه الطباع بل زعم حرمة السفر لها اجماعا وانه لا تقتصر فيه الصلاة وان جميع الاحاديث الواردة فيها موضوعة وتبعه بعض من تاخر عنه من اهل مذهبه. قلت : من هو ابن تيمية حتى ينظر اليه اويعوّل فى شئ من امور الدين عليه؟ وهل هو الا كما قال جماعة من الائمة الذين تعقبوا كلماته الفاسدة وحججه الكاسده حتى اظهر وا عوار سقطاته وقبائح اوهامه وغلطاته كالعزبن جماعة عبد اضله اللّٰه تعالىٰ واغواه والبسه رداء الخزى و ارداه وبوّاه من قوة الافتراء والكذب ما اعقبه الهوان واوجب له الحرمان قد تصدى شيخ الاسلام وعالم الانام المجمع على جلالته واجتهاده وصلاحه و امامته التقى السبكى قدس اللّٰه تعالىٰ روحه ونور ضريحه للرد عليه فى تصنيف مستقل افاد فيه واجاد واصاب واوضح بباهر حججه طريق الصواب فشكر اللّٰه تعالىٰ مسعاه وادام عليه شاٰبيب رحمته و رضاه. آمين (الجوهر المنظم : احمد بن حجر ہیتمی :ص:۲۷،۲۸،دار جوامع الکلم ،القاہرہ۱۹۹۲ء)

(۶)

هذا وما وقع من ابن تيمية مما ذكر و ان كان عثرة لا تقال ابدا و مصيبة يستمر عليه شؤمها دواما سرمدا ليس بعجيب فانه سوّلت له نفسه وهواه و شيطانه، انه ضرب مع المجتهدين بسهم صائب وما درى المحروم انه اتى باقبح المعايب، اذخالف اجماعهم فى مسائل كثيرة وتدارک على ائمتهم سيما الخلفاء الراشدين باعتراضات سخيفة شهيرة واتى من نحو هذه الخرافات بما تمجه الاسماع وتنفر عنه الطباع حتى تجاوز الى الجناب الاقدس المنزه سبحانه وتعالىٰ عن كل نقص والمستحق لكل كمال انفس فنسب اليه العظائم والكبائر واخرق سياج عظمته وكبرياء جلالته بما اظهره للعامّة على المنابر من دعوى الجهة والتجسيم وتضليل من لم يعتقد ذلک من المتقدمين والمتاخرين حتى قام عليه علماء عصره والزموا السلطان بقتله اوحبسه و قهره فحبسه الى أن مات و خمدت تلک البدع وزالت تلک الظلمات، ثم انتصرله أتباع لم يرفع اللّٰه تعالىٰ لهم رأساً ولم يظهر لهم جاهاً ولا

بأساً بل ضربت عليهم الذلة والمسكنة وباء وا بغضب من اللّٰه ذلک بما عصوا وكانوا يعتدون. (مرجع سابق:ص۲۹/۳۰)

(۷)

ولا بن تيمية ابى العباس احمد واصحابه ميل عظيم الى اثبات الجهة و مبالغة فى القدح فى نفيها ورأيت فى بعض تصانيفه انه لا فرق عند بداهة العقل بين ان يقال هو معدوم اويقال طلبته فى جميع الامكنة فلم اجده و نسب النافين الى التضليل مع علو كعبهٖ فى العلوم النقلية والعقلية. (شرح عقائد عضدیہ: ملا جلال الدین محقق دوانی)

(۸)

وقد نصر هذا القول ابن قيم كشيخه ابن تيمية وهو مذهب متروک وقول مهجور لايصار اليه ولا يعول عليه. (المطالب الوفية)

(۹)

اعلم ان زيارة قبر رسول اللّٰه ﷺ باتفاق مشائخنا الكرام و باتفاق الشافعية والمالكية و جماهير الحنبلية من اعظم المندوبات و منبع البركات و فى شرح المختار انها قريبة من الواجب لمن له سعة (ولا يحتاج فى هذا الحكم الى دليل زائد بعد التصديق بانه ﷺ افضل الرسل) ومن انكر هذا كما نقل عن ابن تيمية ومتبعيه فقد سفه نفسه وانكر الواضحات الاسلامية وسد طريق وصول البركات العظيمة وبالجملة ان زيارة قبر رسول اللّٰه ﷺ من اعظم مهمات القربات بعد الفرائض والقول بان لافائدة فيها جهل عظيم وحرمان من خير جسيم (وقول من لا عقل ولا ادب فيه وامثال هذه الاقاويل لا ينبغى ان يتفوه بها فضلا ان يظن بها) واستدلالهم بالحديث الصحيح لا تشد الرحال الا الى ثلثة مساجد المسجد الحرام و مسجدى هذا والمسجد الاقصى دليل على غاية جهل المستدل به على ذلک فان المعنى لا تشد الرحال للصلوٰة فى مسجد ما سوى هذه المساجد. (رسائل الارکان: مولانا عبدالعلی فرنگی محلی: الرسالة الرابعة فى الحج، فصل فى زيارة المدينه المنورة،ص:۲۷۸، مطبع یوسفی لکھنؤ، ۱۳۲۸ھ)

(۱۰)

كلام ابن تيمية فى منهاج السنة وغيره من الكتب موحش جدا فى بعض المواضع لا سيما فى تفريط اهل البيت وفى منع زيارة قبر النّبى ﷺ وفى انكار الغوث والقطب والابدال وتحقير الصوفية وامثال ذلک وهذه المواضع منقولة وموجودة عندى وقد تصدى لرد كلامه فى زمانه

جهابذة علماء الشام والمغرب ومصرثم ان ابن القيم تلميذه الرشيد قد بالغ فی توجيه كلامه لكن لم يقبله العلماء حتی ان المخدوم معين السندی فی عصر سيدی الوالد اطال رسالة فی رده واذا كان كلامه مردودا عند علماءِ اهل السنة فای طعن يلحقهم فی ذلک. (مکاتیب شاہ عبدالعزیز: مولوی رفیع الدین مرادآبادی)

(۱۱)

الصراط المستقيم فی الرد علی اهل الجحيم لابن تيمية احمد الحنبلی فيه اشياء لا ينبغی ان تذكر كتكفير عبدالله بن عباس علی مانقله الحصنی فی كتابه للرد عليه. (كشف الظنون عن اسامی الكتب والفنون : ملاکاتب چلپی، ج۲/ص۱۰۷۸، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

(۱۲)

الفه رداً علی منهاج الكرامة قال تقی السبكی رأيته قد اجاد فی الرد عليه لكن صرح باعتقاد حوادث لا اول لها وانها قائمة بذات الباری (كشف الظنون عن اسامی الكتب والفنون : ملاکاتب چلپی، ج۲/ص۱۸۷۲، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

(۱۳)

وله مسائل غريبة انكر عليه فيها و حبس بسببها مبائنة لمذهب اهل السنة والجماعة ومن اقبح نهيه عن زيارة قبرالنبی ﷺ وطعنه فی مشائخ الصوفية العارفين كحجة الاسلام ابی حامد الغزالی والاستاذ الامام ابی القاسم القشيری والشيخ(ابن العريف)والشيخ ابی الحسن الشاذلی وخلائق من اولياء الله الكبار والصفوة الاخيار وكذلک ما قد عرف من مذهبه كمسئلة الطلاق وغيرها وكذلک عقيدته فی الجهة ومانقل عنه فيهما من الاقوال الباطلة وغير ذلک ماهو معروف فی مذهبه. (مرأۃ الجنان: امام یافعی، ج۴/ص۲۷۸، دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد، ۱۳۳۹ھ)

(۱۴)

يقول العبد الضعيف ان ابن تيمية قد تكلم ههنا بكلمات يلقنها اصحابه عشية وبكرا ما سمعها احد من علماء الامة الاوقد قال فی حق قائلها لقد جئت شيئاً نكرا.

ہر چند کلمات درشت ابن تیمیہ کہ درین مقام از زبان بے سرش تراوش کردہ سزاوار آن نبود کہ بطریق نقل ہم برزبان رود مگر چوں رسائل او از صراط المستقیم وجز آن در ہندوستان ودیگر بلاد معظم انتشار یافت واتباع او کہ اقل قلیل در زوایائے بعضے امصار خزیدہ اند تاحال ہفوات او را برزبان دارند وہنگام قابو فرصت عوام کالانعام را از جادۂ صواب واستقامت در تیہ خسران وضلالت می افگندنا گزیر صوناً لعقائد العامة عن الزيغ والضلالة ترقیم ہذے از حال او واجب افتاد۔

وقال الشيخ الامام البحر الهمام سند المحدثين الشيخ محمد البرلسی فی کتابه "اتحاف اهل العرفان برؤية الانبيا والملائكة والجان" وقد تجاسر ابن تیمیة الحنبلی عامله اللّٰه تعالٰی بعدله وادعی ان السفر لزيارة قبر النبی ﷺ حرام وان الصلوٰة لا تقصر فیه لعصیان المسافر به واطال فی ذلک بما تمجه الاسماع وتنفر منه الطباع وقد عاد شؤم کلامه علیه حتی تجاوز الجناب الاقدس المستحق لکل کمال انفس وخرق سیاج الکبریاء والجلال وحاول اثبات ما ینافی العظمة والکمال بادعائه الجهة والتجسيم ونسبته من لم یعتقد هما الی الضلالة والتاثیم واظهر هذا الامر علی المنابر وشاع وذاع ذکره بین الاکابر والاصاغر و خالف الائمة المجتهدین فی مسائل کثیرة واستدرک علی الخلفاء الراشدین باعتراضات سخیفة حقیرة فسقط من اعین علماء الامة وصار مثلة بین العوام فضلا عن الائمّة وتعقب العلماء کلماته الفاسدة وزیّفوا حججه الداحضة الکاسدة واظهروا عوار سقطاته وبینوا قبائح اوهامه وغلطاته. (*منتہی المقال فی شرح حدیث لاتشد الرحال: مفتی محمد صدر الدین آزردہ، ص: ۲۵/ ۲۶/ ۲۷، مطبع شرف المطابع، دہلی ۱۲۶۸ھ*)

(۱۵)

وقال فی حقه المحقق الهیثمی من هو ابن تیمیة حتی ینظر الیه او یعول فی شئ من امور الدین علیه و قبض اللّٰه له الامام المجمع علی علمه وجلالته المتفق علی صلاحه ودیانته المجتهد المحقق الجهبذ المدقق التقی السبکی قدس اللّٰه روحه ونور ضریحه فالف فی الرد علیه کتابا حقه ان یکتب علی صفحات القلوب بالنضیر وان یسام بأغر اکسیر فافاد فیه واجاد وابدا من الحجج الواضحة مایثلج الفواد فجزاه عن الاسلام کل خیر وازال عنه کل مکروه وضیر انتهی قال الشیخ احمد القسطلانی ولابن تیمیة ههنا کلام بشع عجیب یتضمن منع شد الرحال لزیارة النبویة المحمدیة ولیس من القرب بل بضد ذلک ورد علیه الشیخ تقی الدین فی شفاء السقام فشفی صدور المومنین قال الشیخ (الامام العالم العلامة افضل المحققین والمحدثین الشیخ)محمد الشامی فی باب الدلیل علی مشروعیة السفر وشدالرحال لزیارة سیدنا رسول اللّٰه ﷺ والرد علی من زعم ان شدالرحل لزیارته ﷺ معصیة قد تقدم انه انعقد الاجماع علی تاکد زیارته وحدیث لا تشدالرحال الا الی ثلثة مساجد حجة فی ذلک لان معناه عند العلماء فیمن نذر علی نفسه صلوة فی احد المساجد الثلثة انه یلزم اتیانها دون غیرها یا سبحان اللّٰه ایکون السفر لزیارة النبی ﷺ من المعصیة لقد اجترأ علی رسول اللّٰه ﷺ من قال هذا وهو کلام یدور مع الاستهانة وسوء الادب ولا نعلم خلافاً بین اهل العلم فی جواز السفر وشدالرحل لغرض دنیوی کالتجارة فاذا جاز

ذلک فهذا اولی لانه اعظم الاغراض الاخروية فانه فی اصله من امر الأخرة لا سيما فی هذا الموضع ولا نعلم خلافا بين اهل العلم فی جواز السفر وشدّ الرحل لغرض اخروی کالاعتبار بمخلوقات اللّٰه تعالیٰ عز و جل وآثار صنعه وعجائب ملکوته ومبتدعاته وقد دل علی هذا اٰيات کثيرة فی الکتاب العزيز ومشروعية السفر لزيارة قبر النبی ﷺ قد الف فيها الشيخ تقی الدين السبکی والشيخ کمال الدين بن الزملکانی والشيخ داؤد ابو سليمان کتاب الانتصار وابن جملة و غيرهم من الائمة وردوا علی الشيخ تقی الدين ابن تيمية فانه قد اتی فی ذلک بشیء منکر لا يغسله البحار. (مرجع سابق: ۲۷/۲۸۔)

(۱۶)

مختصرے از حال ابن تیمیہ آنچہ در کتب معتبرہ مثل تاریخ علامہ بکری وتاریخ نویری مسطور است آنست کہ ہر گاہ نوبت زبان درازی ابن تیمیہ از حد گذشت و در صفات جلالیہ و جمالیہ او سبحانہ تعالیٰ گفتگو ہا نمودہ و ہفوات او مشہور و برزبانہا مذکور شد علمائے عصر و جہابذہ مصر باجمعہم برائے دفع این نائرہ فساد کمر ہمت بر بستند و خواہستند از سلطان وقت قتل یا حبس او را و طلب شد بطرف دیار مصریہ و مجلس انعقاد یافت در مدرسئہ کاملیہ و طلب او در دیار مصریہ در ۷۰۵ھ واقع شد۔

باعث طلب او آن بود کہ چند فتوی نوشتہ او مع عبد الرحمٰن عنبوسی حنبلی کہ از بعض اصحاب او بود و در دیار مصریہ رسید ہر گاہ قاضی شمس الدین بن عدلان در آن نظر کرد بسیار از مواضع آن را انکار کرد و عرض کرد آنرا بر قاضی القضاۃ زین الدین مالکی خواست حجتے از قاضی شمس الدین بر آنکہ این فتواہا بخط ابن تیمیہ است آنگاہ شہادت دادند جماعت از اعیان بر ایں کہ ایں مکتوبات بخط ابن تیمیہ است قاضی القضاۃ زین الدین پیش امیر الامرأ کہ انکار از بودن آن بخط ابن تیمیہ داشت صورت حال باز نبود پس طلب شد ابن تیمیہ بر طرف سلطانیہ و منعقد شد محفلے در امرأ و بدار النیابت بہ قلعہ جبل و حاضر آمدند جماعت از قضاۃ و مفتیان اعلام امرأ عظام و دعوی کرد قاضی شمس الدین بن عدلان بر او باظہار عقیدہ او بحضور قاضی القضاۃ زین المالکی پس طلب کرد جواب از وے و برخاست ابن تیمیہ و گفت الحمد للہ و خواست کہ خطبہ آغاز کند و در اثنائے آں او ہر آنچہ در خاطر اوست بر زبان راند حضار محفل نگذاشتند او را کہ بطور خود چیزے گفتن تواند و گفتند کہ جواب بدہ از انچہ دعوی کردہ شدہ است بر تو گفت چہ گویم ہمہ دشمنان من اند ہر گاہ جواب شافی سر انجام نداد قاضی القضاۃ زین الدین مالکی حکم کرد بہ حبس او و محبوس شد در برجے و قید شدید افزودند بر اں و اجرا یافت منشور سلطانی بر طرف دمشق در امر ابن تیمیہ۔ (مرجع سابق: ۲۹/۳۰/۳۱)

(۱۷)

وهذا صورته الحمد للّٰه الذی تنزه عن الشبيه والنظير وتعالیٰ عن المثيل فقال جل وعلا ليس کمثله شیء وهو السميع البصير ونحمده علی ما الهمنا العمل بالسنة والکتاب ورفع فی ايامنا

اسباب الشک والارتیاب ونشهد ان لااله الا اللّٰه وحده لا شریک له شهادة من یرجو باخلاصه حسن العقبی والمصیر و نزه خالقه عن التحییز فی جهة لقوله عز و جل "وهو معکم اینما کنتم واللّٰه بما تعملون بصیر" ونشهد ان محمدا عبده ورسوله الذی نهج سبیل النجاة لمن سلک طریق مرضاته وامر بالتفکر فی الاء اللّٰه ونهی عن التفکر فی ذاته ﷺ الذین اعلی بهم سنان الایمان وارتفع وشید اللّٰه بهم من قواعد الدین الحنیف ماشرع واخمد بهم کلمة من حاد عن الحق ومال الی البدع وبعد.

فان العقائد الشرعیة وقواعد الاسلام المرعیة وارکان الایمان العلیة ومذاهب الدین المرضیة هی الاساس الذی ینبٰی علیها والموئل الذی یرجع کل احد علیه والطرق التی من سلکها فقد فاز فوزا عظیما ومن زاغ عنها فقد استوجب عذابا الیما فلهذا یجب ان تنفد احکامها ویؤکد دوامها ویصان عقائد هذه الامة عن الاختلاف ویزال قواعد الائمة بالائتلاف وتخمد نوائر البدع ویفرق من فرقها من اجتمعها وکان الشقی ابن تیمیة فی هذه المدة قد بسط لسان قلمه ومد عنان کلمهٖ وتحدث فی مسائل القرآن والصفات ونص فی کلامه علی امور منکرات وتکلم فیما سکت عنه الصحابة والتابعون وفاه بما یمجه السلف الصالحون واتی فی ذلک بما انکره ائمة الاسلام وانعقد علی خلافه اجماع العلماء الاعلام واشتهر من فتاواه فی البلاد وما استخف به عقول العوام وخالف فی ذلک علماء عصرهٖ وفقهاء شامه ومصره وبعث رسائله الی کل مکان وسمی کتبه اسمآءًما انزل اللّٰه بها من سلطان ولما اتصل بنا ذلک ومن سلکه من هذه المسالک واظهروه من هذه الاحوال واشاعوه وعلمنا انه استخف قومه فاطاعوه حتی اتصل بنا انهم صرحوا فی حق اللّٰه تعالیٰ بالحرف والصوت والتجسیم فقمنا فی حق اللّٰه مشفقین عن هذا لبناء العظیم وکرهنا مافاه به المبطلون و تلونا قوله سبحان اللّٰه تعالیٰ عما یصفون فانه جل جلاله منزه عن العدیل والنظیر لا تدرکه الابصار وهو یدرک الابصار وهو اللطیف الخبیر ولما وصل الینا امر بجمع اولی الحل والعقد و ذوی التحقیق والنقد وحضرنا قضاة الاسلام والعلماء الاعلام و ائمة الدین وفقهاء المسلمین وعقدله مجلس شرعی فی ملاء من الائمة و جمع من الامة فثبت عند ذلک علیه جمیع ما نسب الیه بمقتضی خط یده الدال علی منکر معتقده وانفصل ذلک الجمع وهم لعقیدته منکرون واخذوه بما شهد له قلمه علیه تالین ستکتب شهادتهم ویسألون ومرسومنا هذا یا مر بان لا یسلک احد ما سلکه من هذه المسالک وینهی عن التشبه به فی اعتقاد مثل ذلک اویخرج عن رأی الائمة و ینفر وعن علماء الامة ویحیز اللّٰه فی جهة اویتعرض الی حیث او کیف فلیس لمن

يعتقد هذا عندنا الا السيف فليقف كل احد عند هذا الحد ولله الامر من قبل ومن بعد وليلزم كل احد من الحنابلة بالرجوع عما انكره الائمة من هذه العقيدة والخروج من هٰذه الشبهات الشديدة ولزوم ما امرالله تعالیٰ به من التمسک بمذاهب اهل الايمان الحميدة فانه من خرج عن امر الله تعالیٰ فقد ضل سواء السبيل وليس له غير هذا السجن الطويل من مستقر ولا مقيل ورسمنا بان ينادی فی دمشق المحروسة والبلاد الشامية وتلک الجهات بالنهی الشديد والتخويف التهديد لمن تبع ابن تيمية فی هذا الامر الذی اوضحناه ومن تابعه فيه ترکناه فی مثل مکانه واحللناه او وضعناه من عيون الامم کما وضعناه والذين اصروا علی اتباعه امرنا بعزلهم من مدارسهم ومناصبهم واسقاطهم من مراتبهم وان لا يکون لهم فی بلادنا حکم ولا قضاء ولا امامة ولا شهادة ولا ولاية ولا رتبة ولا اقامة فانا ازلنا دعوة هذا المبدع من البلاد وابطلنا عقيدته التی اضل بها کثيرا من العباد وليقرء مرسومنا هذا علی المنابر ليکون ابلغ واعظ وزاجر و احمد ناهٍ واٰمر (مرجع سابق:۳۱/۳۲/۳۳)

(۱۸)

ہرگاہ ایں مثال سلطانی بدمشق رسید در مجامع برمنابر خواندہ شد و در ہرکوچہ و برزن اشتہار و اعلان آں بعمل آمد و ابن تیمیہ بدستور در قلعہ جبل تا ہفت صد و ہفت ہجری مقید و محبوس ماند بعد بشفاعت بعضے از اکابر امراؑ از زنداں خلاص شد و چوں دانست کہ قرع باب خلاف و تفریق کلمہ از پیش نمی رود رجوع کرد از انچہ خلاف اہل حق اعتقاد بہ آں داشت و روبرو جماعت از اعیان علمائے دیار مصریہ اقرار کرد کہ من اشعری ہستم و کتاب امام اشعری برسر خود نہاد و در قاہرہ بدار ابن شقیر استقامت اختیار نمود و چندے بریں و تیرہ ماند بعد ازاں جماعت از اعیان مشائخ و صوفیہ کرام مع شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ اسکندری نزد و نائب سلطنت فراہم شدند و فریاد آوردند کہ شیخ تقی الدین ابن تیمیہ در حق اولیائے کرام و مشائخ طریقت گفتگوئے خاطر آزار میکند حتی کہ در خصوص توسل بہ نبی رحمۃ شفیع الامۃ سید الکونین وسیلتنا فی الدارین ﷺ نیز سخنہائے کہ خلاف ما اتفق علیہ علمائے امت است برزبان می آرد پس طلب شد در مجلس قاضی بدر الدین زوادی و پیش کردند و دعوی رابروے درامر اعتقاد او و گواہی داد بروئے شیخ شرف الدین بن صابونی و شیخ علاؤالدین القونوی و دیگر بار مقید شد ابن تیمیہ در زنداں باز نہ خبر آوردند کہ جماعت دراں جا پیش او می روند و او پندمی دہد بہ آں ہا و دراثنائے وعظ حکایتہا برزباں می آرد کہ مناسب سخنہائے پیشیں او پس بردند اورا جانب ثغر اسکندریہ و ہم درانجاں در قید شدید داشتند اورا تامدتے تا آنکہ عود کرد دولت ناصریہ بارسیوم و گفتگو کردند پیش سلطان در امر ابن تیمیہ تا آنکہ حکم بہ حاضر شدن او نفاذ یافت و فراہم آمدند قضاۃ و علما و حکم داد قاضی القضاۃ زین الدین کہ توبہ کند از انچہ گفتہ است سابقا باز عود نکند گویند کہ توبہ کرد و مجلس تمام شد و ابن تیمیہ در قاہرہ سکونت اختیار نمود و باز متوجہ شد بہ طرف شام و واقعات او در شام نامحصور است و در کتب تواریخ مذکور قال صاحب

الاتحاف وهذا كله من سوء جرأته على الجناب الرفيع و تهجمه على النبی ﷺ الشفيع وابومحمد عبدالله یافعی ہم ''درمرأۃ الجنان'' تاریخ خود کہ مشہور است درسنہ ہفت صد وپنج حال حدوث وفتنہ ابن تیمیہ وعقد مجالس برائے او ومقید شدنش درزنداں وبیان عقیدہ او وحال منادی دمشق وغیر آں مفصل نوشتہ قال فی اٰخر تلک الواقعة ثم نودی بدمشق وغيرها من كان على عقيدة ابن تيمية حل ماله ودمه۔(مرجع سابق:۳۴/۳۳)

(۱۹)

تہذیب الایمان: مترجم احسن نانوتوی،ص۳،مطبع صدیقی بریلی،۱۲۸۳ھ

(۲۰)

داؤد ظاہری ومتابعانش راازاہل سنت شمردن درکدام درجہ از سفاہت است اہل سنت اورامتروک کردہ اندالی ان قال ایں خودمعروف ومشہور است کہ مذہب اہل سنت رامقابل مذہب اہل ظواہر درظاہریہ چنانچہ مقابل معتزلہ وجہمیہ باطنیہ وکرامیہ۔(رجوم الشیاطین)

(۲۱)

تہذیب الایمان: مترجم احسن نانوتوی،ص۳،مطبع صدیقی بریلی،۱۲۸۳ھ

(۲۲)

ناظر امير المومنين ابوجعفر مالكا فى مسجد رسول الله ﷺ فقال له مالک يا امير المؤمنين لا ترفع صوتک فى هذا المسجد فان الله تعالى ادّب قوما فقال لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبى الاية و مدح قوما فقال ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله الاية وذم قوما فقال ان الذين ينادونک الاية وان حرمته ميتا كحرمته حيّا فاستكان لها ابو جعفر وقال يا ابا عبدالله استقبل القبلة وادعو ام استقبل رسول الله ﷺ؟ فقال ولم تصرف وجهک عنه وهو وسيلتک ووسيلة ابيک اٰدم عليه السلام الى الله تعالىٰ يوم القيامة بل استقبله واستشفع به فيشفعه الله قال الله تعالىٰ ولو انّهم اذ ظلموا انفسهم الاية. (الشفاء بتعريف حقوق المصطفى: قاضی عیاض،ج:۲/ص:۴۱، الباب الثالث فى تعظيم امره و وجوب توقيره وبره، پوربندر، گجرات)

(۲۳)

وفى هذا رد على ما قاله ابن تيمية من ان استقبال القبر الشريف فى الدعاء عند الزيارة امر منكر لم يقل به احد ولم يرو إلا فى حكاية مفتراة على الامام مالک يعنى هذه القصة التى اوردها المصنف رحمه الله هنا ولله دره حيث اوردها بسند صحيح وذكر أنه تلقاها عن عدة من ثقات مشايخه فقوله: انها كذب محض ومجازفة من ترهاته وقوله لم ينقل ولم يرو باطل فان مذهب مالک

واحمد والشافعی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم استحباب استقبال القبر الشریف فی السلام والدعاء وهو مسطور فی کتبهم وصرح به النووی فی اذکاره وایضاحه وقال السبکی: صرح اصحابنا بأنه یستحب ان یاتی القبرو یستقبله ویستدبر القبلة بعیداً من رأس القبر نحو اربع اذرع فیسلم علیه ﷺ ثم یتأخر ویسلم علی ابی بکر رضی اللّٰہ عنه ثم یتأخرو یسلم علی عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه ثم یرجع لموقفه الاول مستقبلا للقبر ویدعو بما اراد وقد نقل عن ابی حنیفة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه انه یستقبله ﷺ فی الزیارة ثم یستقبل القبلة بعده ویدعو کما ذکره السروجی من ائمتنا.

وقیل فی قوله: وسیلة ابیک اٰدم ان اٰدم علیه الصلوٰة والسلام لما اکل من الشجرة ثم ندم قال یا رب اسألک بحق محمد الا غفرت لی فقال له اللّٰہ : کیف عرفت محمدا فقال لأنی رأیت علی قوائم العرش لا الٰه الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ فعرفت انک لم تضف لنفسک إلا احب الخلق الیک فقال صدقت یا اٰدم انه لاحب الخلق الیّ ولولاه ماخلقتک وهو حدیث صحیح رواه الحاکم.

قال اللّٰہ تعالیٰ ولو انّهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک الأیة استدل بهذه الأیة علی ما ادعاه من التوسل به ﷺ وقبول التوسل به کما ینادی علیه لوجدوا اللّٰہ توّابا رحیما لتعلیق قبول استغفارهم علی استغفاره ﷺ واستؤنس به لاستحباب استقباله ایضاً دون استقبال القبلة لانه ﷺ حی فی قبره یسمع دعاء زائره ومن جاء لرجاء شفاعته له لا شک فی انه یتوجه الیه بقلبه وقالبه کما قاله ابن المقری رحمه اللّٰہ تعالیٰ (*نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض: شہاب الدین احمد الخفاجی المصری*، ج:۴/ص: ۴۸۶، فصل فی تعظیم النبی ﷺ بعد موته، *مطبع پور بندر، گجرات*)

(۲۴)

قال مالک فی روایة ابن وهب اذا سلّم علی النبی ﷺ و دعا ویقف ووجهه الی القبر لا الی القبلة(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، ج:۲/ص:۸۵، فصل فی حکم زیارة قبره ﷺ۔)

(۲۵)

استقبال وجهه ﷺ واستدبار القبلة مذهب الشافعی والجمهور ونقل عن ابی حنیفة وقال ابن الهمام ما نقل عن ابی حنیفة انه یستقبل القبلة مردود بما روی عن ابن عمرأن من السنة ان یستقبل القبر المکرم ویجعل ظهره للقبلة وهو الصحیح من مذهب ابی حنیفة وقول الکرمانی ان مذهبه بخلافه لیس بشیٔ لانه ﷺ حی فی ضریحه یعلم زائره ومن یاتیه فی حیاته انما یتوجه الیه (*نسیم الریاض: علامہ خفاجی*، ج:۵/ص:۱۰۵،۱۰۶، فصل فی حکم زیارة ﷺ)

(۲۶)

قـوله ويكفرون اصحاب نبينا ﷺ علمت ان هذا غير شرط فى مسمى الخوارج بل هو بيان لمن خـرجوا على سيدنا على رضى اللّٰه تعالىٰ عنه والا فيكفى فيهم اعتقادهم كفر من خرجوا عليه كما وقـع فـى زماننا فى اتباع عبدالوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مـذهـب الـحـنـابـلة لكنهم اعتقدوا انّهم المسلمون وأن من خالف اعتقادهم مشركون واستباحوا بـذلک قتـل اهـل السـنة وقتـل علمائهم حتى كسر اللّٰه تعالىٰ شوكتهم وخرّب بلاد هم وظفربهم عسـاكـر المسلمين عام ثلاث و ثلاثين ومائتين والف.(ردالـمـحتار على الدرالمختار شرح تنوير الابصار: علامہ محمد امین المعروف بابن عابدین شامی، ج:٦/ص:٤١٣، باب البغاة، مکتبہ زکریا دیوبند)

(۲۷)

الـقول فى الجهة واما هذه الصفة فلم يزل هذه الشريعة من اول الامر يثبتونها للّٰه سبحانه حتى نفٰها الـمـعتـزلة ثـم تبـعهـم عـلى نفيها متاخرة والأشاعرة كا بى المعالى ومن اقتدى بقوله الى ان قال و الشـرائـع كـلهـا مبـنية عـلـى ان الـلّٰه فى السماء وان منها تنزل الملائكة بالوحى الى النبيين ان من السـمٰـوات نـزلت الكتب واليها كان الاسراء بالنبى ﷺ و جميع الحكماء قد اتفقوا على ان اللّٰه والـمـلائـكة فـى السـماء كما اتفقت جميع شرائع على ذلک ثم ذكر تقرير ذلک بالعقول وبين بـطـلان الشبهة التـى لاجلها نفٰها الجهمية ومن وافقهم الى ان قال فقد ظهر لک من هذا ان اثبات الجهة واجب بالشرع و العقل وان ابطاله ابطال الشرائع.

☆☆☆

مطبوعات تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

۱	**احقاق حق**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۲	**عقیدۂ شفاعت** (اردو، ہندی، گجراتی)	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۳	**اختلافی مسائل پر تاریخی فتویٰ**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۴	**اکمال فی بحث شد الرحال**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۵	**فصل الخطاب**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۶	**حرز معظم**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۷	**مولود منظوم مع انتخاب نعت ومناقب**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۸	**شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۹	**شمس الایمان**	مولانا محی الدین قادری بدایونی
۱۰	**تحقیق التراویح**	نور العارفین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی
۱۱	**الکلام السدید**	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۲	**رد روافض**	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۳	**سنت مصافحہ**	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۴	**احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام**	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۵	**تبعید الشیاطین**	حافظ بخاری مولانا شاہ عبدالصمد سہسوانی
۱۶	**مردے سنتے ہیں؟**	مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی
۱۷	**مضامین شہید**	مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی
۱۸	**ملت اسلامیہ کا ماضی حال مستقبل**	مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی
۱۹	**عرس کی شرعی حیثیت**	مولانا عبدالماجد قادری بدایونی
۲۰	**فلاح دارین** (اردو، ہندی)	مولانا عبدالماجد قادری بدایونی
۲۱	**نگارشات محب احمد**	علامہ محبّ احمد قادری بدایونی
۲۲	**عظمت غوث اعظم**	علامہ محبّ احمد قادری بدایونی
۲۳	**شارحة الصدور**	مفتی حبیب الرحمٰن قادری بدایونی
۲۴	**الدرر السنیة** ترجمہ از :	مفتی حبیب الرحمٰن قادری بدایونی
۲۵	**احکام قبور**	مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی

۲۶	**ریاض القرأت**	مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی
۲۷	**خطبات صدارت**	عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی
۲۸	**مثنوی غوثیه**	عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی
۲۹	**عقائد اهل سنت** (اردو، ہندی)	مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی
۳۰	**دعوت عمل** (اردو، انگلش، ہندی، مراٹھی، گجراتی)	مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی
۳۱	**فلسفه عبادات اسلامی**	مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی
۳۲	**مختصر سیرت خیر البشر**	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۳	**احوال ومقامات**	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۴	**خمیازۂ حیات** (مجموعۂ کلام)	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۵	**باقیات هادی**	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۶	**مدینے میں** (مجموعۂ کلام)	حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی
۳۷	**احادیث قدسیه** (اردو، انگلش، گجراتی)	مولانا اسید الحق قادری بدایونی
۳۸	**تذکرۂ ماجد**	مولانا اسید الحق قادری بدایونی
۳۹	**خامه تلاشی** (تنقیدی مضامین)	مولانا اسید الحق قادری بدایونی
۴۰	**تحقیق وتفهیم** (تحقیقی مضامین)	مولانا اسید الحق قادری بدایونی
۴۱	**عربی محاورات** مع ترجمہ وتعبیرات	مولانا اسید الحق قادری بدایونی
۴۲	**اسلام: ایک تعارف** (ہندی، انگلش، مراٹھی)	مولانا اسید الحق قادری بدایونی
۴۳	خیرآبادی سلسلہ علم وفضل کے احوال وآثار **خیرآبادیات**	مولانا اسید الحق قادری بدایونی
۴۴	**قرآن کریم کی سائنسی تفسیر**	مولانا اسید الحق قادری بدایونی
۴۵	**مفتی لطف بدایونی:** شخصیت اور شاعری	مولانا اسید الحق قادری بدایونی
۴۶	**حدیث افتراق امت** تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں	مولانا اسید الحق قادری بدایونی
۴۷	**طوالع الانوار** (تذکرۂ فضل رسول)	مولانا انوارالحق عثمانی بدایونی
۴۸	**اسلام میں محبت الٰهی کا تصور**	مولانا دلشاد احمد قادری
۴۹	**تذکرۂ خانوادۂ قادریه**	مولانا عبدالعلیم قادری مجیدی
۵۰	**اظهار واعتراف**	محمد تنویر خان قادری بدایونی
۵۱	**خواجه غلام نظام الدین قادری**	محمد تنویر خان قادری بدایونی

www.Qadri.i

www.Qadri.i

www.Qadri.i

www.Qadri.i

www.Qadri.i

www.Qadri.i